33

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

18 تا 24 ربیع الاوّل 1448ھ / یکم تا 7 ستمبر 2026ء

اس شمارے میں

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

امیر سے ملاقات (52)

ہنوز دلی دور است

اہلیہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خواتین میگزین کو انٹرویو

حذر اے چیرہ دستاں.....

ابرِ رحمت

داعی کی ذمہ داری

جہاں تک ایک داعیٔ حق کا تعلق ہے وہ اس مسئلہ پر بالکل غور نہیں کرتا، اور نہ اُسے غور کرنا چاہیے کہ لوگ اُس کی دعوت پر کان دھریں گے یا نہیں اور نہ اس فکر میں وہ سر کھپائے، اور نہ اُس کو سر کھپانا چاہیے کہ زمانہ اس کی دعوت کے لیے ساز گار ہے یا ناساز گار۔ وہ لوگوں کے ردّ و قبول، اپنی کوششوں کی کامیابی اور ناکامی اور دعوتِ حق کے انجام کے متعلق ایک بار یہ فیصلہ کرلے کہ اس امر کا تعلق اُس کی ذات سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے کہ خود اس کا اپنا فرض کیا ہے اور جب یہ طے کرلیتا ہے کہ وہ اس مقصد کی دعوت دے جس کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور جو اس کے خیال میں تمام دنیا کے لیے یکساں مفید ہے، تو یہ طے کر چکنے کے بعد وہ اس تردد میں نہیں پڑتا کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کرنے کے بارے میں اپنا فرض پورا کریں گے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کرے گا یا نہیں۔

جہاں تک لوگوں کے ردّ و قبول کا تعلق ہے وہ اُس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں، دونوں صورتوں میں اُس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا، اور اگر نہ قبول کریں گے تو اس کے ذریعہ سے لوگوں پر اللہ کی حجت پوری ہوگی اور داعی اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا کہ اُس کا جو فرض تھا، اُس نے پورا کر دیا۔

امین احسن اصلاحی
دعوتِ دین

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اللہ تعالیٰ کے
کلمات وصفات لامحدود ہیں

سورۃ لقمٰن — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیت: 27

وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ
کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۷﴾

آیت ۲۷: ﴿وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ﴾ ''اور اگر زمین میں جتنے بھی درخت ہیں وہ سب قلم بن جائیں''

قرآن مجید میں اہم مضامین کم از کم دو مرتبہ ضرور دہرائے جاتے ہیں۔ یہی مضمون سورۃ الکہف میں بیان ہوا ہے: ﴿قُلۡ لَّوۡ کَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِہٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ کہیے کہ اگر سمندر سیاہی بن جائے میرے رب کی باتوں (کے لکھنے) کے لیے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں اگرچہ ہم اسی کی طرح اور (سمندر) بھی مدد کے لیے لے آئیں''۔

﴿وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ﴾ ''اور سمندر (سیاہی بن جائے) اس کے بعد اس کو مزید سات سمندر سیاہی مہیا کریں۔''

اگر زمین پر موجود سب کے سب درخت قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور پھر مزید سات سمندروں کا پانی بھی سیاہی بن کر اس میں شامل ہو جائے تب بھی:

﴿مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۷﴾﴾ ''اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ یقیناً اللہ زبردست ہے' کمال حکمت والا۔''

کائنات کی ہر چیز اللہ کے کلمہ ''کُن'' کا ظہور ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کی تمام مخلوقات گویا ''کلمات اللہ'' ہیں جن کا شمار ممکن ہی نہیں۔ پرانے زمانے کے مقابلے میں آج کا انسان اس کائنات کی وسعت کے بارے میں بہتر طور پر جانتا ہے۔ آج کے سائنسدان اربوں نوری سالوں کی وسعت تک کائنات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ کائنات کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کی وسعت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ جس کائنات کی وسعت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں اس میں موجود مخلوق یعنی اللہ کے کلمات وصفات کو احاطۂ تحریر میں لانا کسی کے لیے کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

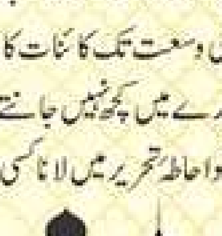

بزرگوں کا ادب واحترام

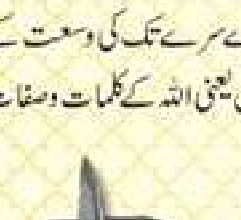

عَنۡ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَا اَکۡرَمَ شَابٌّ شَیۡخًا لِسِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ مَنۡ یُّکۡرِمُہٗ عِنۡدَ سِنِّہٖ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کا اس کے بڑھاپے ہی کی وجہ سے ادب واحترام کرے گا' تو اللہ تعالیٰ اس جوان کے بوڑھے ہونے کے وقت ایسے بندے مقرر کردے گا جو اس وقت اس کا ادب واحترام کریں گے۔''

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بڑوں کے ادب واحترام کا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت وتعلیم میں کیا درجہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب واحترام اور ان کی خدمت وہ نیکی ہے جس کا صلہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور اصل جزا وثواب کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 ربیع الاول 1448ھ — جلد 35
یکم تا 7 ستمبر 2026ء — شمارہ 33

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ٭ فرید اللہ مروت ٭ محمد رفیق چودھری ٭ وسیم احمد باجوہ ٭ خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

اُمتِ مُسلمہ آج جس کرب ناک صورتِ حال سے دوچار ہے، وہ کسی ایک خطے، ایک حکومت یا ایک عہد کا مسئلہ نہیں؛ یہ پوری اُمت کے اجتماعی زوال کی داستان ہے۔ غزہ میں معصوم مسلمانوں کا لہو بہہ رہا ہے، مسجدِ اقصیٰ کے خلاف صیہونی عزائم بڑھتے جا رہے ہیں، کشمیر، میانمار اور دیگر خطوں میں مسلمان ظلم و جبر کا شکار ہیں، جبکہ عالمِ اسلام کی مجموعی بے بسی اور باہمی انتشار اس امر کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہم محض حالات کا نوحہ کرنے کے بجائے اپنے زوال کے اسباب اور نجات کی راہ پر سنجیدگی سے غور کریں۔

قرآنِ مجید نے اس پورے معاملے کو فرد اور ملت دونوں کے لیے نہایت واضح اصولوں میں بیان فرمایا ہے۔ ترجمہ: ''اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔'' (آل عمران: 102) یہاں دو بنیادی اصطلاحات ہماری توجہ چاہتی ہیں: تقویٰ اور اسلام۔ تقویٰ محض چند انفرادی عبادات یا ظاہری مذہبی رسوم کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کامل جواب دہی کے احساس کے ساتھ اُس کی اطاعت اختیار کرنے کا نام ہے۔ اسی طرح ''مسلم'' محض ایک نسلی یا معاشرتی شناخت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل سپردگی اور فرمانبرداری کی کیفیت ہے۔

اُمتِ محمدی ﷺ کا تابناک ماضی محض اتفاق کا نتیجہ نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی جماعت کی تشکیل فرمائی جو قرآن سے وابستہ، اللہ کی اطاعت میں یکسو، آخرت کی جواب دہی سے باخبر اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے تیار تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کو صرف مسجد اور محراب تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا دستور بنایا۔ یہی شہادت علی الناس کا عظیم منصب ہے۔ اُمتِ مُسلمہ کا مقصد محض اپنے لیے نجات حاصل کرنا نہیں بلکہ اللہ کے پیغام کو دنیا تک پہنچانا اور عدل و حق کی گواہی قائم کرنا بھی ہے۔ اسی لیے قرآن سے مضبوط تعلق، جہاد فی سبیل اللہ، دعوت و اصلاح، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اقامتِ دین کی جدوجہد اس اُمت کی حیات بخش قوتیں رہی ہیں۔

دورِ نبوی ﷺ اور خلافتِ راشدہ اس کی روشن ترین مثال ہیں۔ بعد کے ادوار میں ملوکیت کے نقائص کے باوجود مسلمانوں نے علم، تہذیب، معیشت اور عسکری قوت میں غیر معمولی ترقی کی اور صدیوں تک دنیا کی قیادت کی۔ خلافتِ عثمانیہ بھی طویل عرصے تک ایک درجہ میں مسلم سیاسی وحدت کی علامت بنی رہی۔ لیکن جب وہ بنیادی روح کمزور پڑنے لگی، جس نے اس اُمت کو قوت عطا کی تھی، تو زوال کے آثار بھی نمایاں ہونے لگے۔ قرآنِ مجید کی سورۃ الروم آیت 41 میں یہ اٹل اصول بیان ہوا ہے۔ ترجمہ: ''بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب تاکہ وہ انہیں مزہ چکھائے اُن کے بعض اعمال کا تاکہ وہ لوٹ آئیں۔'' لہٰذا کسی بھی قوم کے زوال کو صرف بیرونی سازشوں سے سمجھنا درست نہیں۔ دشمن کی سازش اپنی جگہ ایک حقیقت ہے، لیکن باطل اُس وقت تک فیصلہ کن کامیابی حاصل نہیں کر سکتا جب تک اہلِ حق کی اندرونی کمزوریاں اُس کے لیے راستہ ہموار نہ کریں۔ اسلامی تاریخ میں تفرق، باہمی نزاع،

دنیا طلبی، اقتدار کی کشمکش، دینی تعلیم کے کمزور ہوتے ہوئے اجتماعی کردار اور قرآن کے حرکی و انقلابی تصورِ دین سے دوری نے اُمت کو رفتہ رفتہ کمزور کیا۔ پھر صلیبی حملوں اور تاتاری یلغاروں سے لے کر جدید استعماری دور تک بیرونی قوتوں نے اس کمزوری سے فائدہ اُٹھایا۔ خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں اس کی سیاسی و عسکری کمزوری واضح ہو چکی تھی۔ بالآخر پہلی جنگِ عظیم کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور مسلم دنیا سیاسی وحدت اور جیسی تیسی اجتماعیت سے محروم ہو کر مختلف قومی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ نوآبادیاتی قوتوں نے صرف زمینوں پر قبضہ نہیں کیا بلکہ تعلیم، سیاست، معیشت، معاشرت اور تہذیب کے میدانوں میں بھی ایسا نظام قائم کیا جس نے مسلم ذہن کو مغربی تصورات کا مرہونِ منت بنا دیا۔ خلافتِ عثمانیہ کے ٹوٹنے کے بعد بننے والی مسلم ریاستیں بھی حقیقی معنوں میں فکری، معاشی اور سیاسی خودمختاری حاصل نہ کر سکیں۔ اس دوران اُمت کے اندر فرقہ وارانہ، لسانی، نسلی، علاقائی اور قومی عصبیتیں بڑھتی گئیں۔ وہ اُمت جسے قرآن نے ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو'' (آل عمران: 103) کا حکم دیا تھا، وہ متعدد حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہی تفرقہ آج ہماری سب سے بڑی کمزوریوں میں سے ایک ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں جس 'وَہن' کو اُمت کی تباہ کن بیماری قرار دیا گیا، اُس کی حقیقت دو الفاظ میں بیان ہوئی: دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔ آج اگر ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ بیماری ہماری اجتماعی زندگی میں کس قدر سرایت کر چکی ہے۔ فلسطین اور غزہ کا المیہ اس صورتِ حال کا سب سے بڑا آئینہ ہے۔ مسجدِ اقصیٰ کے بارے میں صہیونی عزائم، ''گریٹر اسرائیل'' کے تصورات اور خطے میں بڑھتی ہوئی صہیونی مداخلت کے باوجود مسلم دنیا کی مجموعی بے عملی ایک گہرا سوال اُٹھاتی ہے: کیا ہماری ترجیحات واقعی قرآن و سنت کے مطابق ہیں؟ ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ موجودہ عالمی نظام میں طاقت کے مراکز محض عسکری قوت سے نہیں بلکہ معیشت، میڈیا، تعلیم، تہذیب اور نظریات کے ذریعے بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ LGBTQ سمیت مختلف مغربی سماجی تصورات کی ترویج، سوشل میڈیا کے ذریعے ذہنی و تہذیبی اثراندازی اور صارفیت پر مبنی طرزِ زندگی نے مسلم معاشروں کی فکری ترجیحات کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود ہماری سب سے بڑی ذمہ داری دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانا نہیں بلکہ اپنے گریبان میں جھانکنا ہے۔ قرآن ہمیں یہی اصول دیتا ہے کہ اصلاح کا آغاز اندر سے ہوتا ہے۔

راہِ نجات نہ کوئی پُراسرار نسخہ ہے اور نہ ہی کسی بیرونی طاقت کے سہارے کا نام۔ قرآن نے اس کا اصول سورۃ محمد آیت 7 میں نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دیا۔ ترجمہ: ''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔'' اللہ تعالیٰ ہماری مدد کا وعدہ فرماتا ہے، لیکن اس وعدے کے ساتھ ایک شرط بھی بیان فرمائی گئی ہے: اللہ کے دین کی نصرت۔ لہٰذا اُمت کو دوبارہ عروج کی طرف لے جانے کے لیے وہی کام اختیار کرنا ہوں گے جنہوں نے اسے ماضی میں عروج عطا کیا تھا اور وہ اسباب ترک کرنا ہوں گے جو اس کے زوال کا باعث بنے۔ ہر مسلمان اپنے آپ سے سوال کرے کہ میں اسلام کو اپنی زندگی میں کس حد تک نافذ کر رہا ہوں؟ میں اُمت کے اجتماعی مسائل کے لیے کیا کردار ادا کر رہا ہوں؟ اور کیا میری زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے مقصد سے ہم آہنگ ہے؟

پاکستان بھی اسی اُمت کا حصہ ہے۔ اس ملک کا قیام مسلمانوں کی ایک جداگانہ قومی شناخت کے تصور کے تحت ہوا تھا، لیکن اس کی اصل صلاحیت اس وقت بروئے کار آ سکتی ہے جب یہاں اسلام محض ایک شخصی یا رسمی معاملہ نہ رہے بلکہ اجتماعی زندگی کی رہنمائی کا سرچشمہ بنے۔ پاکستان کی اصلاح بھی اسی وسیع تر اصلاحِ اُمت سے وابستہ ہے۔ ہمیں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہوگا جس میں عدل، امانت، تقویٰ، قانون کی بالادستی، معاشی انصاف اور انسانی حرمت اسلامی اصولوں کے مطابق قائم ہوں۔ دینِ حق کی سربلندی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، لیکن اس جدوجہد میں ہمارا کردار ہمارے لیے امتحان ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اُمتِ مُسلمہ کی حالتِ زار پر صرف افسوس نہ کریں بلکہ اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کریں جو اللہ کی نصرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ حقیقی ایمان کو زندہ کریں، قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کریں، تفرقے سے بچیں، باہمی اخوت کو فروغ دیں، دنیا کی محبت اور موت کے خوف کے مرض سے نجات حاصل کریں اور دینِ حق کی سربلندی کے لیے اپنی صلاحیتیں، وقت اور وسائل اللہ کی راہ میں صرف کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کی نصرت اُنہی کے شاملِ حال ہوتی ہے جو اُس کے دین کے غلبہ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں حق کی پہچان، اس پر استقامت اور دین کی سربلندی کے لیے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کی توفیق عطا فرما۔ اُمتِ مُسلمہ کے زخموں پر مرہم رکھ، مظلوم مسلمانوں کی مدد فرما، مسجدِ اقصیٰ اور ارضِ فلسطین کی حفاظت فرما، اور ہمیں اُن لوگوں میں شامل فرما جو تیرے دین کی نصرت کے لیے اپنا تن، من اور دھن پیش کر دیتے ہیں۔ آمین!

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

✿✿✿

ہمارے ملک میں انتشار اور افتراق کی بنیادی وجہ دین سے بے وفائی ہے۔

ہمارے تمام مسائل کا حل اسی میں ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹیں اور ملک کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں۔

انقلاب ووٹ سے آسکتا ہے اور نہ ہی بلٹ سے، اسلامی انقلاب کا واحد راستہ انقلابی جدوجہد ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اپنا غلبہ چاہتا ہے جو رسالت مآب ﷺ کا مشن تھا، اگر ہم اِس عظیم مشن کے ساتھ جڑیں گے تو چھوٹے چھوٹے مسلکی اختلافات اور فرقہ بندیاں ہمارے اتحاد میں حائل نہیں رہیں گی۔

خصوصی پروگرام ’’امیر سے ملاقات‘‘ میں

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم اسلامی واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: تنظیم اسلامی کے تحت 31 جولائی سے 21 اگست 2026ء تک ایک ملک گیر مہم چلائی گئی۔ اس مہم کے اہداف ومقاصد کیا تھے؟

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی کا بنیادی مقصد اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ اس کے لیے جہاں انفرادی سطح پر اصلاح، ایمان کی آبیاری، اطاعت اور بندگی، رب کے تقاضوں کو پورا کرنے حوالے سے ترغیب وتشویق کی کوشش کی جاتی ہے وہاں اجتماعی طور پر اُمت کے مسائل، اجتماعیت کے تقاضوں کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروس قرآن کا سلسلہ مقامی سطح پر بھی، تنظیم اور حلقہ جات کی سطح پر بھی جاری رہتا ہے۔ پھر رفقاء تنظیم کی روحانی ترقی، علمی ترقی، اخلاقی تربیت کے لیے بھی بہت سے کام کرنے کے ہوتے ہیں۔ پھر باہر نکل کر دعوت کا کام کرنا، اُمت کی زبوں حالی پر کلام کرنا، احساس زیاں کو بیدار کرنا بھی اجتماعیت کا اہم تقاضا ہے۔ اس کے لیے تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ہر تین ماہ بعد علاقائی سطح پر آگاہی منکرات مہم کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں کبھی سود کے خلاف، کبھی بے حیائی، بے پردگی، شراب، جادو ٹونہ یا وراثت کے احکامات پر عمل نہ کرنے کے خلاف مہم چلاتے ہیں اور عوام الناس میں اس حوالے سے آگاہی اور شعور بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر سال میں ایک مرتبہ ملک گیر سطح کی مہم بھی چلاتے ہیں۔ عموماً یہ اگست ستمبر میں ہوتی ہے۔ اس سال ہماری ملک گیر مہم کا عنوان تھا: ’’اُمت مسلمہ کی حالت زار اور راہِ نجات۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے الحمدللہ رفقاء تنظیم نے بڑی محنت کی، تنظیم کے مرکزی شعبہ جات نے بڑی محنت کی ہے، آگاہی کے لیے مواد تیار کیا گیا، پھر تقسیم کیا گیا۔ خطابات جمعہ میں، کارنر میٹنگز میں، دروس قرآن میں، سیمینارز کے ذریعے، سوشل میڈیا ڈیجیٹل مارکیٹنگ اور عوام سے براہ راست خطاب میں ہم نے تنظیم کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش کی۔ تمام بڑے شہروں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد خواہ وہ ممبرز آف پارلیمنٹ ہوں، علماء ہوں، دینی جماعتیں ہوں، مسلم ممالک کے سفارت خانے ہوں، ان تک ہم نے پیغام کو پہنچایا۔ ان مہمات کا بڑا مقصد منکرات سے آگاہی ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں تو زبان سے روکو، زبان سے روکنے کی طاقت بھی نہیں ہے تو دل میں برا جانو۔ ہمارے پاس زبان سے روکنے کی طاقت ہے تو ہم اس دائرہ میں رہ کر اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام میں منکرات کے متعلق آگاہی پیدا ہو اور وہ دینی تقاضوں سے بھی آگاہ ہوں۔

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس مہم کے ذریعے عوام میں کس حد تک آگاہی پیدا ہوئی ہوگی؟ اس حوالے سے آپ کے پاس کوئی تفصیلات ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے ہمارے پاس باقاعدہ رپورٹس آتی ہیں تو ان سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ سیمینارز اور مختلف پروگراموں میں لوگوں نے بھرپور شرکت کی ماشاء اللہ۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر ہم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز شیئر کرتے ہیں تو انہیں بھی عوام نے خوب شیئر کیا۔ اسی طرح لوگ ہمیں اپنے اداروں میں، سکولوں میں، مساجد میں اور مختلف تقریبات میں خطاب کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں تک پیغام پہنچ رہا ہے۔ تاہم ہمیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، قوم کو بیدار کرنے کے لیے بہت بڑے لیول پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور عوام کے تعاون کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

سوال: اپنے ایک پروگرام میں بیوہ خواتین کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ان کی معاشی ضرورت کو شوہر، بیٹا، باپ، بھائی یا دیگر رشتہ دار پورا کریں گے لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ شریعت کے مطابق وہ دوسری شادی بھی کر سکتی ہیں۔ جبکہ خواتین پہلے ہی بیوہ کی دوسری شادی کو پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ (خاتون)

امیر تنظیم اسلامی: بالکل ایک پروگرام میں بنیادی سوال آیا تھا کہ کیا خواتین معاشی معاملات میں حصہ لے سکتی ہیں تو ہم نے ذکر کیا تھا کہ اصولاً اور اصلاً کفالت کی ذمہ داری شریعت مرد پر ڈالتی ہے، عورت پر اس سے بھی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ بطور بیوی اور ماں اپنے بچوں کی اچھی ترتیب کرے اور اس کے لیے ظاہر ہے گھر میں رہنا اور بچوں کو وقت دینا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لیے دین کہتا ہے خاتون اگر بیوی ہے تو شوہر اس کی معاشی ضروریات کو پورا کرے گا، ماں ہے تو اولاد، بہن ہے تو بھائی، بیوہ ہے تو باپ یا بھائی اس کی کفالت کریں۔ اگر وہ نہیں ہیں تو باپ کے قریبی رشتہ دار اور اگر وہ بھی نہیں ہیں تو ماں کے قریبی رشتہ دار اس کی کفالت کریں گے۔ اور اگر کوئی بھی نہیں ہے تو ریاست اس کی کفالت کرے۔ اگر اسلامی ریاست نہیں ہے تو مسلمان معاشرہ اس کی معاشی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اگر مجبوراً عورت کو خود کوئی معاشی معاملہ کرنا پڑے تو پردے میں رہ کر اور شرعی تقاضوں کے دائرے میں کرے۔ آن لائن اگر کوئی ایسا سلسلہ ہو تو اس میں غیر محرم مردوں سے interaction کرنا پڑے تو سورۃ الاحزاب کی آیت 32 کی روشنی میں ایسے کلام کرے

کہ مردوں میں کوئی رغبت پیدا نہ ہو۔ اگر بیوہ ہے تو اس کو دوسری شادی کر لینی چاہیے، شریعت میں اس کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ النور میں ہے:
﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (آیت: 32) ”اور نکاح کر دیا کرو بیواؤں کا اپنے میں سے“
اس کا اطلاق بیوہ پر بھی ہوتا ہے، مطلقہ پر بھی ہوتا ہے، غیر شادی شدہ مرد اور عورت پر بھی ہوتا ہے۔ البتہ معروف معنوں میں ایامیٰ کا ترجمہ بیوہ ہی کیا جاتا ہے۔
ہمارے لیے اسوہ نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21) ”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“
اُم المومنین حضرت عائشہ ؓ کے علاوہ، آپ ﷺ کے باقی تمام نکاح بیواؤں سے ہوئے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے عمل سے بیواؤں سے نکاح کی تعلیم دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ترغیب ہوسکتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی یتیم کی کفالت میں لگا ہوا ہے یا کسی بیوہ کی کفالت میں لگا ہوا ہے وہ اللہ کی راہ میں لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بیوہ سے نکاح کرتا ہے یا اس کی کفالت کرتا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ جب ہم صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو وہاں شہادتیں بھی ہوتی تھیں اور جوان کی بیوائیں ہوتی تھیں وہ زیادہ عرصہ نکاح کے بغیر نہیں رہتی تھیں۔ اکثر عدت کے بعد نکاح ہو جاتا تھا۔ بیوہ ہو، مطلقہ ہو یا بغیر نکاح کے کوئی بھی بالغ خاتون ہو، شریعت اس کے مسنون نکاح کا تقاضا کرتی ہے۔ بے نکاحی زندگی ہمارے دین کے مزاج میں اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ ہمارے دینی حلقوں کو اس حوالے سے خصوصی طور پر عوام میں آگاہی پیدا کرنی چاہیے۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پوری دنیا میں ایک نام ہے، لوگ انھیں پسند کرتے ہیں اور اُن کی تقاریر کو سوشل میڈیا پر سنتے اور پھیلاتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ پیسے کی لالچ میں یا اپنے غلط نظریات کو پھیلانے کے لیے AI کے ذریعے ڈاکٹر صاحبؒ کی آواز میں غلط مواد جنریٹ کرتے ہیں اور پھر انھیں سوشل میڈیا پر پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بات نہ ڈاکٹر صاحبؒ نے کبھی کی اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے آپ کیا پیغام دیں گے اور اس طرح کے جعلی مواد کو روکنے اور اس کی حوصلہ شکنی کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: ہمارے ناظرین کو تو پتا ہے کہ ہم ایک سے زائد مرتبہ اس فورم پر بھی بات کر چکے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے خود بھی مونیٹائزیشن کا معاملہ کیا اور نہ ہی اُن کے شاگردوں نے اپنے کسی پروگرام، خطاب یا دین کو کمائی کا ذریعہ بنایا۔ جو لوگ ڈاکٹر صاحبؒ کے نام پر جعلی آڈیو یا ویڈیوز بناتے ہیں، اُن کو عام لوگوں میں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ آپ اُن کے کمنٹس باکس چیک کریں تو لوگ اُن کو یہی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ خدا کا خوف کرو، اللہ کو جواب نہیں دینا؟ قرآن کے ساتھ مذاق مت کرو وغیرہ۔ اس طرح کے کاموں میں جھوٹ بھی ہے، دھوکا بھی ہے اور ایک درجے میں قرآن اور دین کی توہین بھی ہے۔ ایک جعلی ویڈیو میں ڈاکٹر صاحبؒ کی آواز میں کہا گیا کہ اگر عصر کی نماز کے بعد فلاں وظیفہ کرلو تو فلاں ہو جائے گا۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحبؒ نے ہمیشہ باطل نظام کے تحت فوائد حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی کی۔ وہ کہتے کہ باطل نظام سے کم سے کم فوائد حاصل کرو تاکہ زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے کھپا سکو۔

> **جو لوگ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نام پر AI کے ذریعے جعلی آڈیوز اور ویڈیوز بناتے ہیں اور جھوٹے بیانات منسوب کرتے ہیں ان کے خلاف تنظیم اسلامی نے لیگل ایکشن لینے کا پروگرام بنایا ہے۔**

حدیث میں ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ بندے کو احساس تک نہیں رہے گا کہ وہ جو کما رہا ہے وہ حرام ہے یا حلال ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر اُمت کا ایک فتنہ ہے میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ ایسی جعلی ویڈیوز اور جعلی مواد بنانے والے اپنے گریبان میں جھانک لیں کہ وہ اپنی آخرت کے ساتھ کس قدر کھلواڑ کر رہے ہیں، دین کا حوالہ دے کر قرآن کا حوالہ دے کر لوگوں کو دھوکہ دینا، بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ ہم ناظرین سے بھی اپیل کریں گے کہ جہاں بھی ایسا کوئی جعلی مواد دیکھیں تو اس کو رپورٹ کریں۔ جب بہت سے لوگ ایک ساتھ رپورٹ کرتے ہیں تو پھر یوٹیوب والے ایکشن لیتے ہیں اور ایسے چینلز کو بند کر دیا جاتا ہے۔ آپ کے ایک کلک سے لوگ بہت بڑے دھوکے سے بچ سکتے ہیں اور دین میں بگاڑ کا بھی سدباب ہوسکتا ہے۔ یہ ہمارا دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ ہم ایسے مواد کو رپورٹ کریں۔ ہم نے متعلقہ اداروں کو بھی درخواست دی ہوئی ہے کہ ایسے جعل سازوں کو پکڑا جائے اور انہیں سزا دی جائے۔ ہم خود بھی ایسے لوگوں کے خلاف لیگل ایکشن لے رہے ہیں۔ ہماری آفیشل ویب سائٹ drisrar.com کے نام سے ہے جہاں حقیقی مواد میسر ہوتا ہے، وہاں ڈاکٹر صاحبؒ کے ہزاروں کلپس موجود ہیں اور ہزاروں مزید ہم ڈال رہے ہیں۔ وہاں سرچنگ بھی بہت فاسٹ ہے۔ جن حضرات کو ڈاکٹر صاحبؒ کے حقیقی خطابات اور تقاریر تک رسائی چاہیے تو وہ اس ویب سائٹ پر جا کر استفادہ کر سکتے ہیں۔

سوال: آپ کے نزدیک پاکستان کے تمام مسائل کا حل کیا ہے اور سسٹم کو ٹھیک کرنے کے لیے آپ کی اسٹریٹیجی کیا ہے؟ (رضوان جلال)

امیر تنظیم اسلامی: آج دنیا میں جتنے بھی مسلم ممالک ہیں اُن میں سے کوئی نسل کی بنیاد پر کھڑا ہے، کوئی ثقافت اور تہذیب کی بنیاد پر، کوئی خطہ اور جغرافیہ کی بنیاد پر لیکن پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہے۔ پاکستان میں مختلف خطوں، برادریوں، نسلوں، قوموں، ثقافتوں، تہذیبوں کے لوگ رہتے ہیں۔ ہم سب کو جوڑ کر ایک قوم بنانے والا واحد عنصر اسلام ہے۔ اس لیے ہماری بقاء اور سلامتی اسلام میں مضمر ہے۔ ہمارے تمام مسائل کا حل اسلام کے نفاذ میں ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں جو بھی انتشار اور افتراق ہے، اس کی بہت سی وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں، اس میں انتظامی خرابیاں بھی ہیں، گڈ گورننس کی کمی بھی ہے، سیاسی اور اقتصادی بحران بھی ہے مگر سب سے بڑی وجہ دین سے دوری ہے۔ ہم نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا اور پھر اسلام کے ساتھ بے وفائی کی۔ اب تمام مسائل کا حل اسی میں ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹیں اور ملک کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کا پورا طریقہ کار بیان کیا ہے۔ رسول انقلاب ﷺ کا طریقۂ انقلاب کے عنوان سے ان کی کتاب موجود ہے۔ ان کے مطابق اس ملک میں اسلام صرف انقلابی جدوجہد سے آسکتا ہے، انتخابی راستے سے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ نہ ہی مسلمانوں کے ملک میں بلٹ کے ذریعے تبدیلی لانے کی کوشش کرنا سودمند ہوسکتی ہے۔ انتخابی سیاست ہم دیکھ چکے ہیں۔ ہائبرڈ سسٹم بھی فیل ہو گیا۔ انقلابی جدوجہد کے ذریعے جو نظام قائم ہوگا، اس کے خدوخال کیا ہوں گے، خطباتِ خلافت میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے اور یہ خطبات اب کتابی شکل میں بھی موجود ہیں جو عہد حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست کے خدوخال کے عنوان سے ہیں۔

جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کچھ چیزیں ہم نے باہمی مشاورت سے اس کے بعد بھی طے کی ہیں جن کو کچھ عرصہ بعد خطبات جمعہ میں بیان کیا جائے گا اور سوشل میڈیا پر بھی عام کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

سوال: کیا میں تنظیم اسلامی کا حصہ بن سکتی ہوں؟ (خاتون)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی میں خواتین بھی شامل ہو سکتی ہیں اور ان کا بھی ایک بیعت فارم ہوتا ہے۔ اس میں بیعت فارم میں خواتین کی بیعت کے وہی الفاظ درج ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ میں عطا فرمائے ہیں۔ البتہ جو بھی خواتین تنظیم میں شامل ہوتی ہیں تو ہم ان سے یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد، بھائی یا شوہر جو بھی اُن کا کفیل ہے، اس کی مشاورت سے شامل ہوں، وہ خود بے شک شامل نہ ہو مگر اس کی مرضی آپ کی شمولیت میں شامل ہونی چاہیے۔ اگر شوہر روکے تو ہم یہی کہیں گے کہ ایک عورت کی پہلی بیعت اس کے شوہر کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ شوہر کی بات مانیں۔ اگر اس محرم کے ذہن میں کسی قسم کے اشکالات و شبہات ہوں تو تنظیم کے ذمہ داران سے ملاقات بھی کروائی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد وہ اجازت دے تو آپ شامل ہو جائیں۔ البتہ جب تک آپ تنظیم میں باقاعدہ شامل نہیں ہوتیں تو پردے کی شرائط کے ساتھ جہاں یہ سہولت مہیا ہو وہاں دروس قرآن میں شامل ہو سکتی ہیں، دورۂ ترجمہ قرآن سن سکتے ہیں، ڈاکٹر صاحبؒ کے خطابات سن سکتے ہیں۔ ہمارے مختلف آن لائن کورسز میں حصہ لے سکتی ہیں۔ شامل ہونے کے بعد تنظیم میں خواتین کا الگ حلقہ ہوتا ہے۔ وہاں خواتین ہی خواتین کو مطالعہ یا کورسز وغیرہ کرواتی ہیں۔

سوال: خواتین سے تنظیم اسلامی کے تقاضے کیا ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اتفاق سے کچھ دن قبل ہی میں نے تنظیم میں شامل خواتین کی رہنمائی کے لیے ایک آڈیو پیغام ریکارڈ کروایا ہے۔ اس میں بھی ڈاکٹر صاحبؒ کے ایک کتابچے ’’مسلمان خواتین کے دینی فرائض‘‘ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں بہت جامع انداز میں مسلم خواتین کی دینی ذمہ داریوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ خواتین اس کتابچے کا مطالعہ ضرور کریں۔ دین اسلام نے عورتوں پر بہت بڑی اور بھاری ذمہ داری عائد کی ہے اور وہ ہے آنے والی اچھی نسلوں کی تیاری۔ اسی لیے اسے معاشی تگ و دو سے بھی آزاد کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنا سارا وقت بچوں کو دے سکے اور ان کی اچھی تربیت کر سکے۔ دین کے اسی مزاج کے مطابق تنظیم اسلامی عورت سے ایک آئیڈیل ماں، آئیڈیل بیوی بننے کا تقاضا کرتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس بیوی سے اُس کا شوہر راضی ہو جائے، اللہ اس کو روزِ محشر اختیار دے گا کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ اگر ایک عورت بحیثیت بیوی اپنا وہ رول بہترین طریقے سے ادا کرتی ہے جو دین اُس کے سپرد کرتا ہے، اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتی ہے، اس کی معاون اور غمخوار بنتی ہے تو اُسے جنت کا وعدہ اللہ کے رسول ﷺ دے رہے ہیں۔ اگر مسلم خاتون اپنی اولاد کی بہتر تربیت کرتی ہے تو وہ اس کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنے گا اور اُمت کے لیے بھی کارآمد ثابت ہوگا۔

> **تنظیم اسلامی میں خواتین بھی شامل ہو سکتی ہیں البتہ انھیں اپنے والد، شوہر یا جو بھی اُن کا سرپرست ہے، اس سے اجازت لینی ہوگی۔**

سوال: آپ کا کام فی الحال کس نوعیت کا ہے؟ (عبدالمجید)

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تنظیم کے کام کا تعین منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مطابق کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے ذریعے دعوت دی ہے، ہم بھی قرآن کے ذریعے دعوت دے رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت قبول کرنے والوں کو جمع کرکے ان کی اجتماعیت بنائی۔ جو ہماری دعوت قبول کریں گے ان کی ہم اجتماعیت بنا رہے ہیں۔ اس اجتماعیت میں شامل ہونے والوں کی تعلیم و تربیت بھی منہج نبوی ﷺ کے مطابق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس منہج میں آگے چل کر مشکلات اور مشقتیں آئیں گی، صحابہ کرام ؓ کا صبر بہت بلند مقام پر تھا مگر ہمیں بھی صبر کرنا ہوگا۔ یہ چار کام مکی دور میں ہمیں مستقل نظر آتے ہیں۔ پھر مکہ مکرمہ سے ہجرت ہے، اقدام ہے اور ٹکراؤ بھی ہوتا ہے۔ اسی منہج کے مطابق جب جماعت مضبوط ہوگی تو پھر وہ میدان میں اُترے گی۔ انقلاب کے یہ چھ مراحل ڈاکٹر صاحب بیان فرماتے تھے۔ فی الحال ہم پہلے چار مراحل پر کام کر رہے ہیں۔

سوال: اس وقت آپ کی توجہ کے اہم شعبے کون سے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ایک مسلمان کی انفرادی سطح پر بھی کچھ دینی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور اجتماعی دینی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ ہم دونوں شعبوں پر توجہ دے رہے ہیں تاکہ یہ نہ ہو کہ بندہ اجتماعی سطح پر انقلاب انقلاب کے نعرے تو بہت لگاتا ہے، تقریریں بھی اچھی کر لیتا ہے مگر انفرادی سطح پر باطنی معاملات میں کمزور ہے، فجر میں سو رہا ہے۔ یا انفرادی سطح پر تو بہت دیندار ہے مگر اجتماعی ذمہ داریاں ادا کرنے میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ہم ایک ایک فرد پر یہ محنت کر رہے ہیں کہ اپنی انفرادی ذمہ داریوں کو بھی دیکھنا ہے اور اُمتی ہونے کے ناطے جو اجتماعی دینی ذمہ داریاں ہیں ان کو بھی اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے۔ روزِ محشر بندے سے انفرادی ذمہ داریوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا اور اجتماعی ذمہ داریوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ ہم نے دونوں سطح پر توازن کو قائم رکھنا ہے۔ اس حوالے سے ہمارے پاس دعوت، تربیت، مالیات، نشر و اشاعت، سمع و بصر سمیت بہت سے شعبے ہیں جو اس توازن کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

سوال: کتب سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کا منہج یعنی طریقہ کار نظریاتی طور پر انتہائی مستحکم اور مربوط ہے، عملی طور پر اس منہج کا نفاذ کیسے کیا جاتا ہے؟ آپ ان اصولوں کو اپنے روزمرہ کے کاموں اور سرگرمیوں میں کس طرح عملی جامہ پہناتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر صاحبؒ کے کتابچے: ’’رسول انقلاب ﷺ کا طریقۂ انقلاب‘‘ میں اس پر تفصیلی کلام ہوا ہے۔ اس منہج کے مطابق مکی دور میں چار مراحل درپیش تھے۔ اسی تناظر میں پہلا کام قرآن کے ذریعے دعوت دینا ہے، اس دعوت کے نتیجے میں جو تنظیم میں شامل ہوگا اس سے تقاضا ہے وہ روزانہ اپنے علم دین میں اضافے کے لیے قرآن پاک کا ترجمہ، تفسیر کا مطالعہ کرے، پھر دیگر تنظیمی لٹریچر کا مطالعہ کرے۔ ہفتہ وار درسِ قرآن میں شرکت کرے، جمعہ کے خطاب میں قرآن سے بیان ہوگا، اس کو سنے۔ تنظیم کے تربیتی پروگرامز اور کورسز میں بھی اصلاح، تذکیر اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایک رفیق روزمرہ کے معاملات کے درمیان اس طریقے سے اپنی اصلاح اور روحانی ترقی کے مواقع حاصل کر سکتا ہے۔ پھر تنظیمی نظم کے ذریعے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ رفیق کی فرض عبادات، اخلاقیات اور باطنی امور کی طرف توجہ ہو، انفاق فی سبیل اللہ، دعوتِ دین، اپنا محاسبہ کرنے کا بھی اہتمام ہو۔ تنظیم کے ذمہ داران سے بھی تقاضا کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق رفقاء سے مضبوط ہو، ان کی علمی، روحانی اور اخلاقی ترقی میں اُن کی مدد کریں۔ اسی طرح اجتماعی سطح پر رفقاء کو منظم کرنے کے لیے اُن سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ ہفتہ وار اُسرہ میں شرکت کریں، ماہانہ، سہ ماہی اور سالانہ تربیتی اور دعوتی اجتماعات میں شرکت کریں، آگاہی منکرات مہمات میں حصہ لیں۔ تنظیم کے تحت کہیں مظاہرہ ہو رہا ہے تو اس میں شرکت کریں۔ اس میں ڈسپلن کی مشق بھی ہوتی ہے، صبر اور تحمل کے مراحل سے

گزرنے کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے طائف میں اور اُحد میں اپنا لہو مبارک بہایا ہے، تکالیف اٹھائی ہیں، صحابہ کرام ؓ نے مشقتیں اٹھائی ہیں، اس راہ میں ہمیں بھی ہر قسم کے مصائب اور مشقتوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

سوال: افغانستان میں طالبان مدارس کے طالب علموں کے ذریعے کامیاب ٹھہرے۔ آپ بھی مدارس کی چین بنائیں، اگلے بیس سال میں آپ اس پوزیشن میں ہوں گے کہ انقلاب برپا کر پائیں کیونکہ تنظیم کو پچاس سال کے پرانے لائحہ عمل سے چھ سات ہزار افراد ملے جن میں ضعفاء بھی شامل ہیں، اسی ڈگر پر چلتے رہے تو اس بات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ قیامت کے دن کم سے کم ہم معذرت پیش کر سکیں۔ ایک عالم دین مدارس کے بچوں کے بل بوتے پر سیاست کر رہے ہیں، ایک اور جماعت نے مدارس بنا کر لاکھوں بچے اکٹھے کر لیے ہیں، کیا آپ مدارس کے ذریعے افغان طالبان کی طرح اسلامی انقلاب برپا نہیں کر سکتے؟ (جواد حیدر)

امیر تنظیم اسلامی: افغانستان کا میکانزم بڑا مختلف رہا ہے۔ وہ برسہا برس جنگ میں رہے، ہتھیار بھی اٹھائے اور پھر اُن کے سامنے کفار تھے۔ لیکن پاکستان میں ہم سب مسلمان ہیں۔ لہٰذا ہمارے منہج میں طے ہے کہ ہم آخری مرحلے میں ہتھیار نہیں اٹھائیں گے، کسی کی جان نہیں لیں گے بلکہ نفاذِ دین کے لیے اپنی جان دیں گے۔ جہاں تک مدارس کی بات ہے تو ہمیں مدارس والوں سے محبت ہے۔ اُن میں بھی بہت سے مخلص لوگ دین کی خدمت کر رہے ہیں، ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں، ان سے رابطہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر ہماری دعوت کے مخاطب صرف مدارس نہیں بلکہ ہم ہر طبقہ، ہر شعبہ اور ہر میدان میں دعوت انقلاب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم دینی جماعتوں کو بھی دعوت پیش کرتے ہیں کہ آئیں انقلابی جدوجہد کے ذریعے ملک میں نفاذ اسلام کی کوشش مل کر کریں۔ اس دعوت کا نتیجہ ہے کہ اب بہت سی دینی اجتماعیتوں کو بھی احساس ہو گیا ہے کہ اس ملک میں نفاذِ اسلام کا واحد راستہ انقلابی جدوجہد ہے۔ نہ درس و تدریس کے ذریعے، نہ ہتھیار اُٹھانے سے اور نہ ہی انتخابی سیاست کے ذریعے انقلاب آسکتا ہے۔ ہماری دو بڑی دینی سیاسی جماعتیں جو انتخابی سیاست کا حصّہ ہیں، ان کے ذمہ داران بھی اب اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسی طرح مکالمے کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے مزید قریب ہوں، طریقہ کار پر بھی اتفاق ہو جائے تو سب مل کر انقلاب لا سکتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ تنظیم اسلامی ہی کے ذریعے ہوگا، ہم سب اپنا اپنا حصّہ ڈال کر رب کے سامنے معذرت پیش کر سکتے ہیں۔

سوال: جو لوگ تنظیم اسلامی میں شامل ہیں، انہوں نے بانی تنظیم کے لٹریچر کو پڑھا بھی ہے، سنا بھی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ سب کچھ پڑھنے اور سننے کے باوجود بھی سیکولر سیاسی جماعتوں کی طرفداری کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی کسی متشدد مذہبی جماعت کی طرفداری کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر اس کا مطلب ہے تنظیم کی ضرورت ہی نہیں ہے، پھر تو انفرادی حیثیت میں بس وہ اپنا نماز روزہ کریں اور اپنے کام کریں، یہ تنظیم کے ساتھ پھر کیوں ہیں؟ (احمد بلال، سیالکوٹ)

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم کا رفیق چاہے پرانا ہو یا نیا ہو، سیاسی رائے رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی سیاست پر کلام کرتے تھے۔ ہم انتخابی سیاست کا حصّہ نہیں ہیں۔ باقی نظری سیاست ہو یا انقلابی سیاست ہو اس میں اختلاف رائے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ خود ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے اور تنظیم کی پالیسی میں بھی درج ہے کہ ہم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے سیاسی تبصروں سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور دیکھا جائے گا اختلاف کرنے کا انداز کیا ہے۔ امیر تنظیم کے سیاسی تبصروں سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ میں بطور امیر تنظیم اسلامی اپنے رفقاء سے مشورہ بھی کرتا ہوں، بعض مرتبہ میں نے اپنی رائے واپس بھی لی ہے اور اپنے موقف کو بہتر کیا ہے۔ البتہ چونکہ انتخابی سیاست کے ہم قائل نہیں ہے، اس کے برعکس انقلابی سیاست کی بات کرتے ہیں۔ اس لیے کسی انتخابی سیاسی جماعت کی طرفداری کرنا، اس کے لیے مہم چلانا تنظیم اسلامی کے مزاج اور پالیسی کے خلاف ہے۔ اس کی ہم مذمت بھی کریں گے اور اس سے روکنے کی کوشش بھی کریں گے، اس کے باوجود اگر کوئی رفیق اس طرح کی سرگرمی میں ملوث ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ تنظیم اسلامی کسی مسلک کی بنیاد پر کھڑی نہیں ہوئی، اس میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ ہیں۔ ہماری کتابوں کے بیک ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے ہم معروف معنوں میں کوئی مذہبی فرقہ ہیں اور نہ ہی کوئی سیاسی جماعت ہیں۔ البتہ تنظیم اسلامی کے عقائد اہل السنت والجماعت والے ہیں۔ ہماری اکثریت فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتی ہے اور بعض حضرات اہل حدیث مکتب فکر کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ہم نے رفقاء کو آزادی دی ہے کہ اپنے اپنے مسلک اور فقہ کے مطابق انفرادی سطح پر عمل کریں۔ البتہ ہم مسلک یا فرقہ کی بنیاد پر متشدد ہونے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ اگر میری انگلی پہ کٹ لگ جائے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے، خدانخواستہ دوسرا ہاتھ کٹ جائے تو یہ تکلیف یاد نہیں رہے گی، اسی طرح جب ہمارے مدنظر ایک بڑا مقصد ہے اور وہ ہے اجتماعی سطح پر دین کا نفاذ تو ہم چھوٹے فقہی اور مسلکی مسائل پر کیسے متشدد ہو سکتے ہیں؟ ہم اس دین اسلام کو مان کر آئے ہیں جو مکمل ضابطۂ حیات ہے اور وہ اپنا غلبہ بھی چاہتا ہے، جو رسالت مآب ﷺ کا مشن تھا اور ان کی ختم نبوت کے بعد ہمارا کام ہے تو یہ کام اکیلے تو نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا صرف انفرادی سطح پر دینی فرائض ادا کرنے سے دینی ذمہ داریاں پوری نہیں ہو جاتیں۔ ہمیں اجتماعی فرائض بھی ادا کرنے ہیں، جس کے لیے اجتماعیت لازم ہے۔ قرآن تو انفرادی معاملات کے لیے بھی کہتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (التوبۃ) ”اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔“

اکیلا آدمی بھی شیطان کے حملے کا شکار ہو جاتا ہے، جیسے حدیث میں ہے کہ بھیڑیا اس بکری کو تاک کر نشانہ بناتا ہے، حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ لہٰذا انفرادی سطح پر تقویٰ حاصل کرنا بھی ضروری ہے لیکن اجتماعی دینی ذمہ داریاں بھی ادا کرنا ضروری ہیں۔

سوال: اگر تنظیم میں کچھ ایسے ساتھی ہیں جو کسی سیاسی جماعت یا کسی فرقے کے ساتھ ہیں، ان کے لیے آپ کا کیا پیغام ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: میں یہ عرض کروں گا کہ تنظیم تو انتخابی سیاست کے راستے پر ہے ہی نہیں تو پھر آپ اور میں کسی سیاسی جماعت پر جذباتی کیوں ہو رہے ہیں؟ اس لیے تنظیم کے منہج کو اپنے سیاسی نظریے پر مقدم رکھیں۔ اسی طرح کسی مسلک یا فرقہ کی بنیاد پر متشدد رائے رکھنا بھی رفیق تنظیم کے لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ ان سب چیزوں سے بالاتر ہو کر ایک بڑے اور اجتماعی مقصد کے لیے تنظیم میں آیا ہے۔ ہمیں تو ساری انسانیت کی فکر کرنی ہے، اتنا اونچا کام لے کر جو چل پڑے ہیں وہ مسلکی یا فرقہ واریت والے متشدد پہلوؤں پر کھڑے نہیں رہ سکتے۔ پوری تنظیم میں سے شاید ایک فیصد لوگ ایسے ہوں بھی تو ہم امید کرتے ہیں وہ تربیتی مراحل سے گزرنے کے بعد متشدد نہیں رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

❁❁❁

اب نظام چلانے والے بھی پکار اُٹھے ہیں کہ یہ نظام فیل ہو گیا ہے۔ یہی بات ہم پہلے دن سے کہہ رہے تھے کہ اس باطل نظام کو تبدیل کیے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔

جشن آزادی کے نام پر ہمارے ہاں جو ہلڑ بازی ہوتی ہے اور عام شہریوں کو جن مصائب میں ڈالا جاتا ہے، اُس کا نظریہ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہے

34 مسلم ممالک کی مشترکہ فوج جو بنائی گئی تھی وہ کہاں ہے؟ آخر وہ کس مرض کی دوا ہے؟

ہم حکمرانوں سے تو شکوہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسلام کو نافذ نہیں کرتے، جبکہ ہم خود اسلام پر کتنا عمل کر رہے ہیں، اس بارے میں نہیں سوچتے۔

Roze News کے پروگرام اُلم میں امیر تنظیم اسلامی کا انٹرویو

میزبان: میاں ثناء اللہ

میزبان: قرآن نے اُمت مُسلمہ کو اُمت واحدہ کہا ہے، کہیں خیر اُمت کہا ہے اور کہیں اُمت وسط کہا ہے۔ جب تک یہ اُمت متحد تھی تو دنیا میں اس کا طوطی بولتا تھا، تہذیبی ثقافتی اور سیاسی اعتبار سے لوگ اُمت مُسلمہ کو فالو کرتے تھے اور فخر محسوس کرتے تھے۔ آج ایسا کیا ہو گیا کہ اُمت بہت پیچھے ہے اور اغیار آگے ہیں؟ قرآن نے اس اُمت کا جو دائرہ کھینچا تھا کیا اُمت اب بھی اس دائرے کے اندر ہے یا اُس سے نکل چکی ہے اور کیا آج یہ اُمت کہلانے کے لائق بھی ہے یا نہیں؟ اُمت مُسلمہ کی آج جو حالت زار ہے اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: اُمت عربی زبان کا لفظ ہے۔ اُم عربی میں ماں کو کہتے ہیں، بچوں میں ماں مشترک ہوتی ہے، لہٰذا اُمت سے مراد وہ افراد ہیں جن کا مقصد ایک ہو۔ جب ہم قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں کہ اُمت کیا ہے تو سورۃ البقرہ کی آیت 143 میں اُمت وسط کا تصور ملتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے آخری رسول ﷺ اور بقیہ انسانوں کے درمیان واسطہ بنیں، اللہ کی نازل کردہ ہدایت کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور انسانیت کے سامنے اللہ کے دین کو اپنے قول و عمل سے پیش کریں۔ اسی طرح سورۃ آل عمران کی آیت 110 میں اسے خیر اُمت بھی کہا گیا اور اس کی وجہ بھی بتائی گئی کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ اس اُمت کے خمیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعائیں شامل ہیں۔

﴿رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ﴾ (البقرۃ:128) ’’اور اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع فرمان بنائے رکھ اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائیو جو تیری فرماں بردار ہو۔‘‘

یہاں اُمت مُسلمہ کے الفاظ بھی آ گئے۔ اسلام کا مطلب ہے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے مکمل طور پر سرنڈر کر دینا۔ آج اگر یہ اُمت زوال کا شکار ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ کے سامنے جھکنا چھوڑ دیا اور اغیار کے آگے سرنڈر کر دیا۔ قرآن نے اس اُمت کے لیے جو دائرہ مقرر کیا تھا اُس سے یہ نکل چکی ہے۔ 1924ء میں رہی سہی خلافت اور مرکزیت بھی ختم ہو گئی اور آج ہم 58 ٹکڑوں میں تقسیم ہیں۔ لہٰذا وہ اُمت جس کی اُٹھان اسلام پر ہوئی تھی، جس کو دنیا کی لیڈرشپ کے لیے

مرتب: محمد رفیق چودھری

کھڑا کیا گیا تھا، وہ آج دنیا میں نظر نہیں آ رہی۔ حالانکہ یہی اُمت تھی جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا امام بنایا اور قرآن سے ہدایت لی تو اس نے سیاست، معاشرت اور معیشت میں دنیا کی امامت کی اور ایک ہزار برس تک دنیا کو روشنی دی۔ جب یورپ تاریک تھا تو غرناطہ، قرطبہ اور بغداد کی یونیورسٹیوں میں ہم دنیا کو تعلیم دیتے تھے۔ 1927ء میں گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں تحریر کرتے ہوئے کانگریس کے وزراء اور رہنماؤں کو ہدایت کی کہ اگر وہ ملک میں ایک بہترین، عادلانہ اور سچی جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسی سادگی، زہد اور خلوص کو اپنانا ہوگا۔ یعنی کفار بھی اسلامی نظام سے اصول اخذ کرتے تھے۔ سکنڈے نیوین ممالک میں آج بھی عمر لاز کے نام سے وہ اصول نافذ ہیں۔ مگر جن کی میراث تھی وہ آج بجلی اور پٹرول کے ریٹ بھی یورپ سے متعین کرواتے ہیں۔ اس قدر ہم غلامی کو قبول کر چکے ہیں۔

میزبان: اُمت مسلمہ کی زبوں حالی کے ذمہ دار صرف مسلم حکمران ہیں یا عوام، یا سیاستدان، علماء اور دانشور بھی برابر کے شریک ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم سب اُمتی ہیں۔ اُمت کا اگر عروج ہوگا تو اس میں سب کا کردار ہوگا، اسی طرح زوال میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ ہم حکمرانوں سے تو شکوہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسلام کو نافذ نہیں کرتے جبکہ ہم خود اسلام پر کتنا عمل کر رہے ہیں اس بارے میں نہیں سوچتے۔ 5 فیصد لوگ بھی پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتے۔ ہم بیٹیوں کو وراثت میں حصّہ نہیں دیتے۔ ہم سود خوری چھوڑنے کو تیار نہیں، ہم رشوت کو آج گفٹ کا نام دے دیتے ہیں۔ لہٰذا زوال میں سب کا کردار ہے۔ ہم حکمرانوں سے سوال کرتے ہیں کہ اگر یورپی یونین بن سکتی ہے، نیٹو بن سکتا ہے تو مسلم ممالک کا اتحاد کیوں نہیں بن سکتا؟ مگر معاہدہ پر تو اعتراض کریں گے کہ صرف تین ممالک کیوں شامل ہوئے، ایران کو شامل کیوں نہیں کیا گیا، فلاں کیوں شامل نہیں مگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر نہیں دیکھتے کہ ہم خود کس قدر نسلی، لسانی، علاقائی اور صوبائی تعصبات کا شکار ہیں۔ حالانکہ ہم ایک اُمت ہیں اور ہم سے یہ تقاضا ہے:

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ﴾ (الحجرات:10)

’’یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔‘‘

اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ نسلی، لسانی، علاقائی تعصبات کو ختم کر کے کلمہ کی بنیاد پر بھائی بھائی بن جائیں۔ مگر ہم کیا کر رہے ہیں؟ اسی لیے قرآن کہتا ہے:

﴿وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ﴾ (الشوریٰ) ’’اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔‘‘

اُمت نے قرآن کو تھاما تو دنیا کی امامت اللہ نے

اس کے قدموں میں ڈال دی۔ قرآن کو چھوڑا تو ذلت ہمارا مقدر بن گئی۔ اقبال نے کہا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

آج ہم اپنے بچوں کو دنیوی تعلیم دینے کے لیے کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں، قرآن کی تعلیم مفت مل رہی ہے مگر لینے کو تیار نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسمبلیوں میں بیٹھے ہمارے حکمرانوں کو سورۃ الاخلاص تک نہیں آتی۔ یہی حال عوام کا بھی ہے۔ اکثریت ایسی ہے جس نے پوری زندگی میں قرآن کو ترجمہ کے ساتھ مکمل نہیں پڑھا۔ الا ماشاء اللہ!

میزبان: ایک طرف گریٹر اسرائیل کا نعرہ لگ رہا ہے اور دوسری طرف فلسطین کے اندر قتل عام جاری ہے اور اُمت کا کچھ حصہ صلح صفائی کے لیے کوشاں ہے جبکہ اکثریت خاموش تماشائی ہے۔ کیا اُمت کبھی متحد و متفق ہو کر اپنے ملی ورثہ کی حفاظت کر پائے گی؟

امیر تنظیم اسلامی: سنن ابی داؤد کی مشہور روایت ہے کہ عنقریب قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے پر دعوت دی جاتی ہے۔ پوچھا گیا: کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے۔ فرمایا: تم بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی ہوگی، اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں 'وہن' ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: وہن کیا ہے؟ فرمایا: ((حب الدنیا وکراہیۃ الموت)) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ 1991ء میں عراق پر 31 ممالک نے اکٹھے ہو کر حملہ کیا، نائن الیون کے بعد افغانستان پر 50 ممالک نے جمع ہو کر حملہ کیا۔ دوسری طرف مسلم ممالک کی حالت یہ ہے کہ معاہدہ میں اگرچہ پاکستان، سعودی عرب اور ترکی شامل ہو گئے لیکن ابھی بھی اسرائیل کے ساتھ سب سے زیادہ تجارت کرنے والے مسلم ملک ترکی اور متحدہ عرب امارات ہیں۔ حالانکہ اسرائیل مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو شہید کرنا چاہتا ہے اور اسلام دشمن ہے۔ اسی طرح 34 مسلم ممالک کی جو مشترکہ فوج بنائی گئی تھی وہ بھی کہیں نظر نہیں آ رہی۔ OIC کے چارٹر میں لکھا ہوا ہے کہ مسلم ممالک فلسطین کی اخلاقی، سفارتی اور عسکری مدد کرنے کے پابند ہوں گے مگر آج OIC کا بھی کوئی پتا نہیں ہے۔ بنیادی وجہ حب الدنیا اور کراہیۃ الموت ہے، مسلم حکمران اپنی بادشاہتوں کو بچانے کے لیے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اُمت کے اجتماعی مفاد کا سودا کر رہے ہیں۔ اگر ہم 'حب الدنیا وکراہیۃ الموت' سے نکلیں گے تو پھر کوئی بڑا مقصد لے کر دنیا میں اٹھیں گے۔ پھر اتحاد بھی بنیں گے جو نیٹو اور یورپی یونین سے بھی بڑھ کر ہوں گے۔ مگر 'حب الدنیا وکراہیۃ الموت' سے نجات کے لیے حقیقی ایمان کی ضرورت ہے، صرف نام کا مسلمان ہونا کافی نہیں۔ وہ حقیقی ایمان ہوگا تو پھر دشمن پر ہمارا رعب بھی ہوگا اور ہم باطل کے مقابلے میں کھڑے بھی ہوں گے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران) ''اور تم ہی سربلند ہوگے اگر تم مومن ہوئے۔''

> **صہیونی فلسطین پر ناجائز قبضہ کرکے گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھ رہے ہیں، ہم گریٹر خراسان کی طرف کیوں نہیں بڑھ سکتے۔ حالانکہ گریٹر خراسان کی بشارت اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے۔**

وہ حقیقی ایمان قرآن سے حاصل ہوگا۔ فرمایا:

﴿اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (الانفال:2) ''جب انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش سے حقیقی ایمان کی آبیاری ہوگی جس کے بعد موت کا خوف نہیں رہے گا اور ہم باطل کے خلاف کھڑے ہو سکیں گے۔

میزبان: ایک طرف تمام شیطانی طاقتیں متحد ہو کر اسرائیل کے ساتھ کھڑی ہیں اور دوسری طرف مسلم ممالک آپس میں تقسیم ہیں، کہیں حوثیوں اور سعودی عرب کی لڑائی ہے، کہیں ایران اور عرب ممالک کے درمیان کشیدگی پائی جاتی ہے۔ پاکستان ان کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کر رہا ہے جبکہ دوسری طرف خود افغانستان کے ساتھ الجھ رہا ہے۔ اس ساری صورتحال میں کیا مسلم ممالک متحد ہو کر کوئی اتحاد قائم کر پائیں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: پاکستان کو اللہ نے نوازا ہے۔ جس بنیاد پر یہ ملک قائم ہوا تھا اسی بنیاد پر یہ اُمت کی قیادت بھی کر سکتا ہے۔ دیگر تمام مسلم ممالک نسلی، لسانی یا جغرافیائی بنیادوں پر قائم ہوئے، پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا۔ ترک قوم زبان اور نسل کی بنیاد پر ایک ہے، عرب اور افریقی ممالک اپنی ثقافت اور زبان کی بنیاد پر قائم رہ سکتے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں مختلف نسلوں، زبانوں، خطوں اور ثقافتوں کے حامل لوگ رہتے ہیں۔ پاکستان صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر قائم رہ سکتا ہے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ قیامِ پاکستان اصل منزل نہیں بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنایا جائے جہاں اسلام کو نافذ کرکے دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا جائے۔ قرآن میں اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ: تم ہی غالب ہوگے اگر تم ایمان والے ہوئے۔ (آل عمران: 139)

پاکستان میں اسلام نافذ ہو جائے تو پھر سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ نہیں لگے گا بلکہ جیسے قرآن کہتا ہے کہ:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ﴾ (الحشر: 9) ''اور وہ تو خود پر ترجیح دیتے ہیں دوسروں کو خواہ ان کے اپنے اوپر تنگی ہو۔''

اسی طرح پاکستان بھی اُمت کو ترجیح دے گا۔ کبھی مظلوم فلسطینی ہمیں پکارتے تھے: یا جیش الباکستان، این انتم؟ گویا مسلم دنیا پاکستان سے توقعات رکھتی ہے۔ اگر ہم اپنی اصل کی طرف لوٹتے ہیں تو قرآن ہمیں خوشخبری دیتا ہے:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورہ محمد: 7) ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

اللہ نے 1 ہزار کے لشکر کے مقابلے میں 313 کو فتح دلوائی تھی، ہم بھی دین کے ساتھ مخلص ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دشمن کے مقابلے میں کھڑا کر دے گا ان شاء اللہ۔ اس کے بعد پاکستان اُمت کی صحیح معنوں میں قیادت کرنے کے قابل ہوگا۔ لہٰذا ہمارے لیے اصل کام یہ ہے کہ ہم پاکستان میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کریں۔

میزبان: 14 اگست کو ہم نے یوم آزادی منایا۔ کیا آپ اور آپ کی تنظیم کے نزدیک حقیقی آزادی یہی ہے جو ہم مناتے ہیں؟ دوسرا یہ کہ جس طرح بین الاقوامی رول اللہ کی طرف سے پاکستان کو مل رہا ہے تو اس کو ادا کرنے کے لیے پہلے ہمیں اپنے نظام کو اس نظریہ کے مطابق ڈھالنا ہوگا جو قائداعظم کے نزدیک پاکستان کا نظریہ تھا۔ اس حوالے سے موجود خلا کو ہم کیسے پُر کریں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: پہلی بات یہ ہے کہ یوم آزادی منانے کے نام پر ہمارے ہاں جو کچھ ہلڑ بازی ہوتی ہے، ہوائی فائرنگ کرکے، اونچی آواز میں باجے بجا کر اور سڑکیں بلاک کرکے عام شہریوں کو جن تکالیف اور

پریشانیوں میں ڈالا جاتا ہے، اس کا نظریۂ پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو آپ ﷺ کا سر مبارک اللہ کی اطاعت میں جھکا ہوا تھا۔ جغرافیائی حفاظت بھی ضروری ہے لیکن نظریاتی حفاظت اس سے بڑھ کر ضروری ہے۔ سوویت یونین وسائل اور طاقت میں پاکستان سے کئی گنا بڑا تھا لیکن جب نظریہ پر قائم نہ رہا تو اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ اسی طرح 1971ء میں جب زبان کو نظریہ پر فوقیت دی گئی تو ہمارا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔ جب تک ہم اپنی اصل کی طرف نہیں لوٹیں گے ہمارا استحکام ممکن نہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

ہم اسلام کے بغیر دنیا میں طاقت اور استحکام حاصل نہیں کر سکتے۔ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے نزدیک قیام پاکستان کا مقصد بالکل واضح تھا۔ علامہ اقبال نے قائداعظم کو لکھے اپنے خط میں کہا تھا: میں نے دنیا کے مسائل پر غور و فکر کیا، مجھے ان کا حل اسلامی شریعت کے سوا کہیں نہیں ملا۔ لیکن شریعت کا نفاذ کیسے ہوگا؟

جب تک اپنا ایک آزاد خطہ زمین نہ ہو۔ قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ قائداعظم نے زندگی کے آخری لمحات میں کہا تھا: میرا ایمان ہے کہ پاکستان رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیضان ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ خلافت راشدہ کے رہنما اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کریں۔ اگر ہم ان نظریات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہر قسم کا خلا پُر ہو جائے گا، پاکستان خود بھی استحکام حاصل کرے گا اور اُمت کو بھی لیڈ کر سکے گا۔

میزبان: ایک طرف بھاری بھرکم ٹیکسوں اور مہنگائی کی وجہ سے عوام کا جینا دوبھر ہے، دوسری طرف ہم سودی نظام معیشت کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانیہ جنگ ہے۔ ہمارے حالات کیسے ٹھیک ہوں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: بارک اوباما کے دور صدارت میں امریکہ میں ایک معاشی بحران آیا اور بڑے بڑے بینک دیوالیہ ہونے کے خطرے سے دوچار ہو گئے۔ ماہرین نے تجزیہ کیا کہ سود ہی اس خرابی کی جڑ ہے۔ جاپان کی ترقی کی بات کی جاتی ہے لیکن یہ نہیں بتایا جاتا ہے کہ جاپان میں سود کو صفر فیصد تک بھی رکھا گیا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں فی کس آمدن سب سے زیادہ ہے مگر سود کی شرح سب سے کم ہے۔ وہ غیر مسلم ہو کر مانتے ہیں کہ سود نقصان دہ ہے جبکہ ہمارے تو دین نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم سود کو چھوڑنے کے لیے کیوں تیار نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے بجٹ کا 43 فیصد سود کی مد میں جا رہا ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر صورتحال یہی رہی تو 2035ء تک ہمارے بجٹ کا 90 فیصد سود کی ادائیگی پر خرچ ہوگا۔ سود اللہ سے جنگ ہے اور جنگ کا مطلب تباہی ہے۔ جب ہم اللہ کے حکم کے نفاذ کی طرف بڑھیں گے تو ہماری معیشت بھی سنبھلے گی اور ہماری معاشرت بھی

> **ہمارے بجٹ کا 43 فیصد سود کی مد میں جا رہا ہے، صورتحال یہی رہی تو 2035ء تک ہمارے بجٹ کا 90 فیصد سود کی ادائیگی پر خرچ ہوگا۔**

درست ہوگی۔ آج ہمارے تعلیمی اداروں کا جو حال ہے، برائی کے گڑھ بن چکے ہیں اور نسلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ ہماری ان تمام تر بربادیوں کی وجہ دین سے دوری ہے۔ صرف حکمران ہی نہیں ہم سب بھی اس بربادی کے ذمہ دار ہیں۔ ہم حکومت سے تو کہتے ہیں کہ سود ختم کرے لیکن خود سودی اکاؤنٹس ختم نہیں کرتے، سودی بینکاری اور سودی سکیموں میں پیسہ لگاتے ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں پردے کے احکامات پر عمل کیوں نہیں کرواتے ہیں، اپنے گھروں میں سوشل میڈیا اور سیٹلائٹ چینلز کو کنٹرول کیوں نہیں کرتے۔ اب تو نظام چلانے والے بھی پکار اُٹھے ہیں کہ یہ نظام فیل ہو گیا ہے۔ ہم تو پہلے دن سے کہہ رہے تھے کہ اس باطل نظام کو تبدیل کیے بغیر ہم دنیا میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اسلام کا نفاذ سب سے پہلے اپنی ذات سے شروع کرنا ہوگا۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف:3،2)

’’تم کیوں کہتے ہو وہ، جو کرتے نہیں ہو؟ بڑی شدید بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔‘‘

اگر میں اپنی ذات پر اسلام کو نافذ نہیں کر سکتا تو دنیا میں خلافت کی بات کرنے، نظام کی بات کرنے اور حکومتوں پر اس حوالے سے تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ ہمیں سب سے پہلے قرآن کے ذریعے اپنے ایمان کی آبیاری کرنی ہوگی، مسائل کے حل کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا، دین کا صحیح اور جامع تصور اجاگر کرنا ہوگا۔ پھر اجتماعی سطح پر دین کے نفاذ کی جدوجہد میں حصہ لینا ہوگا۔ یہ پورا روڈ میپ صرف نعروں سے نہیں بلکہ عمل سے پورا ہوگا۔

میزبان: دہشت گردی کے بارے میں حکومت کا دعویٰ تھا کہ اسے کچل دیا گیا ہے لیکن بلوچستان اور خیبرپختونخوا میں یہ مسئلہ پھر سر اُٹھا رہا ہے۔ اب آزاد کشمیر میں صورت حال خراب ہو چکی ہے۔ حالانکہ ہم نے مقبوضہ کشمیر کو آزاد کروانا تھا۔ اس صورت حال سے کیسے نکلیں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: پہلی بات یہ ہے کہ محرومیاں اور ناراضگیاں جہاں ہوں گی تو وہاں اسلام اور دین دشمنوں کو بھی موقع ملے گا۔ بلوچستان کے لوگ ہمیشہ سے گلہ کرتے آئے ہیں کہ ہمارے علاقے سے سوئی گیس نکلتی ہے، معدنیات نکلتی ہیں، پورا پاکستان فائدہ اُٹھاتا ہے لیکن بلوچستان کے لوگوں کو فوائد نہیں مل رہے۔ اسی طرح خیبرپختونخوا میں بھی محرومیاں ہیں، شکایات ہیں۔ آزاد کشمیر کے لوگوں کے بھی کچھ جائز مطالبات ہیں۔ جب ہم نے افغان جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا اور اپنے لوگوں پر ڈرون حملے کروائے تو ملک کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہم سے ناراض ہو گیا۔ ڈاماڈولا کے مدرسے پر بمباری کر کے 82 بچوں کو شہید کیا گیا۔ جب سانحہ APS ہوا تو میں نے ایک سیٹلائٹ چینل پر لائیو پروگرام میں کہا تھا کہ بچے پوری قوم کے بچے ہیں، سب مسلمان بچے ہیں۔ یہ نہ کریں کہ اِدھر والوں کے ساتھ ظلم ہو تو ایکشن لیا جائے اور اُدھر والے شہید ہوں تو پوچھا بھی نہ جائے۔ یہ تفریق و تقسیم قوم میں انتشار پیدا کرتی ہے۔ ان محرومیوں کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہم ان کو سینے سے لگائیں، ان کی جائز شکایات اور مطالبات کو مان لیں، ان کے علاقوں سے نکلنے والی معدنیات کا معاشی فائدہ انہیں بھی پہنچائیں۔ انہیں بھی روزگار اور معاش کے مواقع فراہم کریں۔ آزاد کشمیر کے لوگوں کے جائز مطالبات پورے کریں۔ اگر ان تمام لوگوں کی محرومیوں کا ازالہ ہم نے نہ کیا تو نفرتیں مزید بڑھیں گی۔ بیرونی قوتوں کو بھی موقع ملے گا اور پھر حالات کو سنبھالنا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔ لیکن اگر ہم داخلی سطح پر منظم اور متحد ہو جائیں تو بیرونی دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ان شاء اللہ!

میزبان: پاکستانی معاشرہ مغربی تہذیب کی زد میں ہے۔ خاص طور پر ہمارا نوجوان طبقہ شعوری اور لاشعوری طور پر اپنی اقدار اور روایات سے بہت آگے نکل گیا۔ آپ کے پاس کوئی فارمولا ہے کہ ہم اپنی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اس تہذیبی یلغار سے بچا سکیں؟

امیر تنظیم اسلامی: جس طرح ڈرون حملے ہمارے جسموں کے چیتھڑے اُڑا رہے ہیں، اسی طرح کلچرل اٹیکس ہمارے ایمان، عقیدے اور ہمارے نظریے کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہمیں اب کسی فزیکل وار کی ضرورت نہیں ہے، ہم نے ثقافتی یلغار سے ہی پاکستان کو فتح کر لیا ہے۔ آج کے دور میں بچوں اور والدین کے درمیان فاصلہ بڑھ رہا ہے۔ پہلے والدین کے پاس بھی بچوں کے ساتھ گزارنے کے لیے وقت ہوتا تھا اور بچے بھی سوشل میڈیا اور سمارٹ فون کی بجائے صحت مند سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے مگر آج دو طرفہ معاملہ خراب ہے۔ بچوں کو شعور اور آگاہی دینے کے لیے، ذہنی اور اخلاقی تربیت کے لیے والدین کو وقت دینا پڑے گا۔ منبر و محراب کی صورت میں اللہ نے ہمیں ایک شاندار موقع دے رکھا ہے۔ کسی پروگرام میں ہزار لوگوں کو لانے کے لیے دنیا کو کروڑوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں لیکن جمعہ کے خطاب میں کروڑوں لوگ بغیر خرچ کے پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نوجوان نسل کی ذہن سازی اور تربیت کرنی چاہیے۔ تمام دینی جماعتوں کو اس حوالے سے کام کرنا چاہیے۔ پھر نوجوان نسل کی ذہن سازی میں ہمارے میڈیا کا بھی بہت بڑا رول ہے۔ میڈیا کو کنٹرول کرکے اس کا مثبت استعمال کیا جائے۔ ٹی وی چینلز پر ایسے ٹاک شوز ہوں جن میں مغربی تہذیب کے منفی اثرات پر بات کی جائے۔ آج خود مغربی اقوام بھی اپنی نسلوں کو تباہی سے بچانے کے لیے اقدامات کر رہی ہیں۔ آسٹریلیا نے 16 سال سے کم عمر بچوں پر سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی لگا دی ہے۔ فرانس، انگلینڈ، کینیڈا میں بھی اسی طرح کی قانون سازیاں ہو رہی ہیں۔ مغربی اقوام بھی اب گھر، خاندان اور نکاح کی اہمیت کو سمجھ رہی ہیں۔ بارک اوباما نے اپنی قوم سے اپیل کی کہ خدا کے واسطے شادیاں کرو اور اپنے گھر بچاؤ۔ کیونکہ ایک مضبوط گھرانہ ایک مضبوط سوسائٹی کی ضرورت ہے اور ایک مضبوط سوسائٹی ایک مضبوط امریکہ کی ضرورت ہے۔ اگر گھر کا ادارہ نہیں ہے تو نسلیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ ہم مسلمانوں کو ان باتوں کا پہلے علم ہونا چاہیے کیونکہ اللہ نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں ہر قسم کی تعلیم دی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) (صحیح بخاری)

’’جب تجھ میں حیا نہ ہو تو پھر جو دل چاہے وہ کرو۔‘‘

جب کسی قوم سے حیا اُٹھ جائے تو اس کی اقدار ملیامیٹ ہو جاتی ہیں اور وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ ہمارا 8 کروڑ بچہ سکولوں میں جاتا ہے۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اصلاح کرکے انہیں نوجوان نسل کی اچھی تعلیم و تربیت کے لیے استعمال کیا جائے۔ والدین، گھر، تعلیمی ادارے، میڈیا اور ریاست سب مل کر نوجوان نسل کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

میزبان: افغان طالبان کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات تھے لیکن اب کشیدگی ہے، دوبارہ تعلقات کیسے بہتر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح کشمیر اور فلسطین کا مسئلہ بھی اُمت کا مسئلہ ہے۔ ان مسائل کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: جیسے صہیونیوں کا خواب ہے کہ وہ گریٹر اسرائیل قائم کریں، اسی طرح ہمارا خواب بھی گریٹر خراسان قائم کرنا ہونا چاہیے کیونکہ گریٹر خراسان کی بشارت اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے کہ خراسان سے اسلامی لشکر نکلیں گے اور یروشلم میں جا کر اپنے جھنڈے گاڑیں گے اور حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جنگ کریں گے۔ اقبال نے کہا:

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

خراسان میں افغانستان، شمالی پاکستان، شمالی ایران اور وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کے کچھ حصے شامل ہیں۔ لہٰذا ہمیں آپس کے جھگڑے ختم کرکے متحد اور منظم ہونا چاہیے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ﴾ (الحجرات:9) ’’اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔‘‘

ہمیں آپس میں صلح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر افغان طالبان کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہے تو ہم اس کی بھی مذمت کرتے ہیں اور اپنی حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ افغانستان کے ساتھ جنگ کی بجائے مذاکرات کیے جائیں اور آپس میں مل کر داعش اور دیگر فسادی گروہوں اور نیٹ ورکس کا صفایا کیا جائے۔ فلسطین اور کشمیر کے مسئلہ پر آواز اُٹھانا پاکستان کے لیے لازم ہے۔ 1940ء میں جب قرارداد لاہور پاس ہوئی تھی تو اس وقت اس کے ساتھ ہی ایک اور قرارداد بھی پاس ہوئی تھی جو فلسطین کے مسلمانوں کی حمایت کے لیے پاس کی گئی تھی۔ ہمارے لیے جس طرح مکہ اور مدینہ محترم ہیں اسی طرح مسجد اقصیٰ بھی اہم ہے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہے لہٰذا اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا دفاع ہمارے نظریہ میں شامل ہے۔

میزبان: اُمت مسلمہ کے لیے راہ نجات کیا ہے۔ نوجوانوں کو کیا پیغام دیں گے کہ وہ تہذیبی یلغار کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: حضرت زین العابدینؒ نے سورۃ التوبہ کی مشہور آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آیت:111) ’’یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے‘‘ کی تشریح میں فرمایا تھا کہ میری جان کوئی گھٹیا یا حقیر شے نہیں ہے۔ جس کو میں گھٹیا اور حقیر کاموں میں لگا دوں، بے مقصد اور فضول کاموں میں زندگی گزار دوں۔ یہ جان اس قدر قیمتی ہے کہ اسے لگا کر اللہ کی جنت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عظیم مشن کے لیے طائف اور احد میں اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ ہم آپ ﷺ کے اُمتی ہیں، روز قیامت اللہ ہم سے پوچھے گا کہ ہم نے اپنی زندگی کن کاموں میں گزار دی۔ آج ہمیں اور ہمارے بچوں کو سوچنا چاہیے کہ ہم اپنا وقت کن کاموں میں گزار رہے ہیں۔ ہمارا مال، صلاحیتیں اور جان کہاں خرچ ہو رہی ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اگر ہم اللہ کے رسول ﷺ کے مشن میں اپنی جان، مال، وقت، صلاحیتیں اور وسائل کھپائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

دعائے مغفرت — إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ پنجاب جنوبی ممتاز آباد کے دیرینہ رفیق محترم ڈاکٹر محمد یونس چشتی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-7470067

☆ حلقہ حیدر آباد، سکھر کے بزرگ مبتدی رفیق تنظیم محترم نثار حسین باجوہ وفات پا گئے۔

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے ڈرائیور محترم عمر فاروق کے تایا جان وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

اسلام آباد میں تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام قومی سیمینار کا انعقاد

بعنوان: "اُمتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات"

ڈاکٹر اشرف علی، ناظم نشر و اشاعت، حلقہ اسلام آباد

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام 16 اگست 2026ء کو "اُمتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات" کے عنوان سے تین ہفتوں پر محیط ملک گیر مہم کے سلسلے میں دارالحکومت اسلام آباد میں ایک قومی سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے جید علمائے کرام کے علاوہ رفقائے تنظیم اور احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق سیمینار ساڑھے دس بجے شروع ہوا اور نمازِ ظہر تک جاری رہا۔ صدارت امیر تنظیم اسلامی نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حلقہ اسلام آباد کے ناظم تربیت محترم عامر نوید نے انجام دیے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم راولپنڈی کینٹ کے رفیق محترم عابد بشیر نے حاصل کی۔ **محترم نعمان عظمت** نے نعت کی صورت میں رسول کریم ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

امیر محترم **شجاع الدین شیخ** ﷾ نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور حالتِ زار کی اصل وجہ قرآن سے دوری اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے میں ہے۔ اس اُمت کی اُٹھان، جڑ اور بنیاد اسلام پر ہے۔ اگر مسلم اُمّہ اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنا چاہتی ہے تو اُسے قرآن کو اپنا راہنما اور دستور بنانا ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج عالمِ اسلام جغرافیائی طور پر چھوٹی چھوٹی قومی ریاستوں میں تقسیم ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ان ستاون مسلمان ممالک میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جسے ہم دنیا کے سامنے ایک رول ماڈل کی حیثیت سے پیش کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج فلسطین سے لے کر کشمیر، افغانستان، شام، لیبیا، لبنان اور ایران تک ہر جگہ مسلمان کا ہی خون بہہ رہا ہے اور بستیاں اُجڑ رہی ہیں لیکن پوری اُمتِ مسلمہ میں کسی ملک میں بھی اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ وہ اُٹھ کھڑے ہو کر ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کر سکے۔ انہوں نے مسلم ممالک پر زور دیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے متحد ہو کر سیاسی، معاشی اور عسکری محاذوں کے علاوہ تجارت اور صنعت کے میدان میں بھی اپنی توانائیاں مجتمع کریں تاکہ اُمتِ مسلمہ ایک بار پھر دنیا میں ایک بھرپور سیاسی اور معاشی قوت کے طور پر اُبھرے اور ہم دنیا کے سامنے اسلام کا وہ نمونہ پیش کر سکیں جو پوری دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہو۔

امیر محترم نے مسلمانوں کو یاد دلایا ایک وقت تھا جب مسلمان قرآن کی تعلیمات کو لے کر پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا پر حکمرانی کی۔ یہ وہ وقت تھا جب یورپ سے لوگ علم کے حصول کے لیے قرطبہ، غرناطہ، اندلس اور بغداد چلے آتے تھے، یورپ کی درس گاہوں میں آج بھی عمرؓ لاز پڑھائے جاتے ہیں لیکن جب ہمیں آسمان نے اپنی ہی بداعمالیوں اور حکمرانوں کی عیاشیوں کی وجہ سے اوجِ ثریا سے تحت **الثراء** پر دے مارا تو ہمارے اوپر زمین تنگ ہو گئی اور ہم اسی طاغوتی محکوم طبقے کے ہاتھوں غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سے پہلے مشہور مذہبی سکالر اور تنظیم اسلامی کے سینئر راہنما ڈاکٹر ضمیر اختر خان نے کہا کہ آج دنیا میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں، انسانی خون کی ارزانی ہے اور ایک عام شخص امن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ انسانیت بھٹک رہی ہے اور کسی ایسی حالت کی تلاش میں ہے جہاں اُسے سکون کے چند لمحات میسر ہوں۔ ایسے میں اسلام ہی انسان کا نجات دہندہ ہے۔ آج اگر مسلم اُمّہ دنیا میں ایک بار پھر اپنا غلبہ چاہتی ہے تو ہمیں قرآن کو اپنا دستور بنانا ہوگا اور دنیا میں پُرامن انقلاب برپا کرنے کے لیے حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے رہنمائی لینی پڑے گی۔ انہوں نے پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان حال ہی میں طے پانے والے دفاعی معاہدہ (میثاقِ مکہ) کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے تجویز پیش کی کہ اس میثاق کو پوری اُمتِ مسلمہ تک بڑھایا جائے۔ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ چونکہ پاکستان کی پیدائش اسلام کے نام پر ہوئی ہے اور اس کا اصل اثاثہ اس کی نظریاتی اساس ہے اس لیے پاکستان اپنی جغرافیائی حیثیت اور ایٹمی اور عسکری صلاحیتوں کی وجہ سے بہتر پوزیشن میں ہے کہ وہ اس اُمت کی قیادت کا فریضہ انجام دے سکے۔

مشہور قانون دان، محقق اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق جنرل سیکرٹری ڈاکٹر اکرام الحق نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ اُمتِ مسلمہ کے پاس وسائل بھی ہیں اور افرادی قوت بھی، ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمّہ کو علم و فن سے بھی بہرہ ور کیا ہے لیکن افسوس کہ آج ہمارے وسائل پر بھی مغرب کا قبضہ ہے اور ہماری افرادی قوت بھی مغرب کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بہترین ماہرین علم و فن آج مغرب کے مختلف اداروں میں اغیار کے لیے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ امریکہ کے سب سے بڑے سائنسی تحقیقاتی ادارے ناسا سے لے کر وائٹ ہاؤس تک میں ہمارے لوگ اغیار کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

محقق و مصنف **پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم** نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کی اصل وجہ ہمارے تصورِ دین کی خرابی اور حضور ﷺ کی سیرتِ مطہرہ سے انحراف ہے۔ انہوں نے کہا جب تک ہم اپنی سیاست، معیشت، عدالت، ثقافت اور پوری معاشرت کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں کریں گے دنیا میں ایک صالح معاشرے کا قیام ناممکن اور امن کا خواب، خواب ہی رہے گا۔ انہوں نے علماء کرام پر زور دیا کہ وہ اسلام کے آفاقی نظام کو عام کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ ساتھ ہی انہوں نے میڈیا کے کردار کو بھی انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے ایک عام آدمی کو یاد دلایا کہ انفرادی طور پر ہر شخص کے لیے دنیا میں اسلام کا جسٹ ورلڈ آرڈر قائم کرنے میں اپنا حصہ ڈال کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔

سیمینار کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی نے اجتماعی دعا فرمائی۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی پوری زندگی اُن کے مشن کی عکاس تھی

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اہلیہ کا ماہنامہ خواتین میگزین لاہور کو جون 2010ء میں دیا گیا ایک انٹرویو

انٹرویو نگار: فرزانہ چیمہ

اپریل 2010ء کی 14 تاریخ کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی حیات مستعار گزار کر نہایت سکون سے اگلے جہان چل دیے۔ ماہ و سال کے حساب سے انہوں نے 78 برس عمر پائی، وہ ایک متحرک اور مبلغ داعی کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ میڈیکل کی تعلیم پانے کے باوجود انہوں نے عوام الناس کے روحانی علاج کرنے کو ترجیح دی اور ہمہ وقت فہم قرآن سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور یوں ایک حدیث نبوی ﷺ کے مصداق وہ بہترین ٹھہرے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے انتقال پر تقریباً ہر طرف سے تعزیتی بیانات اور مضامین شائع ہوئے، جن میں ان کی دینی خدمات کا احاطہ کیا گیا۔

مگر یہ سب ان کے بیرون خانہ زندگی کے عکاس ہیں۔ ہم نے اندرون خانہ اُن کی جھلک جاننے کے لیے ان کی اہلیہ محترمہ سے ایک خصوصی نشست رکھی جس میں ان کی صاحبزادیاں اور دو بہوئیں بھی وقفے وقفے سے شامل ہوتی رہیں۔

میری یہ اس خاندان سے باقاعدہ پہلی ملاقات تھی، گو اس سے پہلے دو مرتبہ تعزیت کے لیے حاضری ہوئی تھی۔ لیکن ان کا اخلاق، ان کا سادہ طرز زندگی، ان کی دین سے گہری محبت اور عمل یہ سب کچھ کسی طور یہ ثابت نہیں کر رہا تھا کہ ہماری یہ آپس میں پہلی ملاقات ہے۔ سچ ہے کہ مومن تو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہوتے ہیں۔

قارئین کے لیے اس نشست کی تفصیل اس توقع کے ساتھ پیش خدمت ہے کہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس میں سے راہ عمل کے لیے موتی چنیں گے اور یوں اس میں سے کچھ اجر اس قلمی کاوش کار کو بھی مل جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز!

یہ 12 مئی کی ایک تپتی دوپہر تھی۔ اچانک کوئی مہمان آ جانے کی وجہ سے میں طے شدہ وقت سے کوئی آدھ گھنٹہ تاخیر سے پہنچی تھی۔ میرے لہجے میں معذرت جبکہ ادھر شفقت تھی۔ انتظار میں بیٹھنے کا تاثر تک نہ دیا بلکہ خود جا کر خوبانی کا مزے دار ملک شیک لے کر آئیں اور یوں ہمیں شرمندگی اور گرمی دونوں سے بخوبی بچا لیا۔

س: آپا جان! سب سے پہلے تو آپ کا تعارف چاہوں گی۔ ڈاکٹر صاحب کی رفاقت کے لیے رب کریم نے کسی معمولی لڑکی کو تو نہیں چنا ہوگا۔

ج: میرا نام طاہرہ ہے۔ میں اپنے ننھیال دھاریوال ضلع گورداس پور میں پیدا ہوئی۔ میرے والد بھی اسی شہر میں سول ہسپتال میں ملازم تھے۔ یوں قیام پاکستان تک میرا بچپن وہیں گزرا۔ میرے دو بڑے بھائی تھے۔ پھر میں تھی تیسرے نمبر پر۔ پاکستان بننے کے بعد ہم لوگ منٹگمری آ کر قیام پذیر ہو گئے جو آج کا ساہیوال ہے۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ کے ابتدائی حالات بتائیں گی۔ کہاں کہاں تعلیم حاصل کی؟ وغیرہ وغیرہ۔

ج: ڈاکٹر صاحبؒ کے بارے میں تو اتنا کچھ شائع ہو چکا ہے۔

س: چلیے میں وہیں سے لے لیتی ہوں۔ تو قارئین محترم! ڈاکٹر صاحب 24 اپریل 1932ء کو ضلع حصار، ہریانہ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ ان سے پہلے ان کے دو بھائی جن کا نام والدین نے اسرار رکھا، یکے بعد دیگرے کم سنی ہی میں وفات پا گئے۔ اب اس تیسرے بیٹے کا نام پھر اسرار احمد ہی رکھا گیا، نہ جانے اس میں قدرت کے کیا اسرار تھے؟

میٹرک حصار سے کیا اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ضلعی جنرل سیکرٹری رہے۔ اور وہاں میٹرک کے امتحان میں متحدہ پنجاب میں مسلم طلبہ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ اس زمانے میں میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی لیا کرتی تھی۔ پاکستان ہجرت کرتے ہوئے تیس دن پیدل چلتے ہوئے چھپتے چھپاتے پاک سرزمین پہ قدم رکھا اور منٹگمری آباد ہو گئے۔ ایف ایس سی، گورنمنٹ کالج لاہور سے کی، جو آج کل یونیورسٹی بن چکی ہے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے 1954ء میں ایم بی بی ایس کیا۔ دین کی طرف فکر و عمل ایسا تھا کہ اسلامی جمعیت طلبہ میں شامل ہو کر جلدی ہی ناظم اعلیٰ بنے، طالب علمی کا دور ختم ہوتے ہی جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے مگر جماعت کے انتخابی عمل سے اختلاف کرتے ہوئے 1957ء میں جماعت کو خیر باد کہہ دیا۔ اور انفرادی طور پر درس و تدریس کا عمل جاری رکھا۔ ساتھ پریکٹس بھی کرتے رہے۔ 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات گولڈ میڈل کے ساتھ کیا۔ اس کے ساتھ منٹگمری سے لاہور کرشن نگر میں رہائش اختیار کر لی اور کلینک کھول لیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے چار بھائی اور چار بہنیں تھیں۔ بھائیوں کے نام اظہار احمد، اقتدار احمد، وقار احمد اور ابصار احمد جبکہ بہنوں کے نام تھے، بلند اقبال، بلقیس جمال، قمر افضال اور خوش خصال۔

س: تحریک قیام پاکستان کی یادیں تازہ کریں گی؟

ج: تب کوئی زیادہ عمر تو نہیں تھی، بس لوگوں کا پاکستان کے لیے جوش و جذبہ یاد ہے۔ پھر بڑی مشکلات سے گزر کر ہجرت کرنا یاد ہے۔ یہاں آ کر لوگوں کا مہاجرین کا استقبال کرنا یاد ہے۔ لوگ بے حد محبت سے پیش آتے تھے۔ میری امی تو پاکستان کی سرحد پر ہی روتے روتے سجدہ ریز ہو گئیں۔ بڑا رقت انگیز منظر تھا۔ میں نے ساہیوال آ کر مولوی عالم اور مولوی فاضل کیا۔ مدرسہ بنات اسلام سے۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ کے ساتھ رفاقت کا سفر کب شروع ہوا۔ کیا وہ آپ کے رشتے دار تھے؟

ج: رشتہ دار تو نہیں تھے۔ میں اپنے بچپن کے دینی رجحان کی وجہ سے ساہیوال آ کر جماعت اسلامی کی رکن اور ناظمہ ساہیوال فردوسی بیگم کے قریب ہو گئی۔ ان کی بیٹیاں میری سہیلیاں تھیں۔ ان کے ہاں ہمارا آنا جانا تھا۔ میں بھی جماعت میں تھی۔ فردوسی بیگم نہایت دین دار اور فہمیدہ و سنجیدہ خاتون تھیں، میرے ساتھ خاص محبت سے پیش آتیں۔ پھر ایک دن انہوں نے اپنے ایک بیٹے کے لیے میرا رشتہ مانگ لیا۔ اور بڑے بیٹے اظہار کے لیے میری خالہ کا، وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ یاد رہے کہ ان دونوں بیٹوں کے رشتے اپنے چچا کے ہاں طے تھے مگر فردوسی بیگم نے ان لڑکیوں کی روشن خیالی کے سبب یہ رشتے ختم کر دیے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں کوئی محب دین اور باعمل لڑکیاں لا کر آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔ انہیں خراب نہیں کرنا چاہتی۔ یوں ڈاکٹر صاحب کی رفاقت مجھے میسر آئی۔

س: تقریب شادی کیسے انجام پائی؟ بری، جہیز، رسمیں؟ کیا کچھ ہوا؟ کون سا لباس پہنا؟ حق مہر کتنا تھا؟

ج: (مسکراتے ہوئے) اتنی تفصیل جان کر کیا کریں گی۔

اب تو کچھ ایسا یاد بھی نہیں۔ 26 فروری 1955ء کے دن ہم رشتہ نکاح میں منسلک ہوئے۔ نہایت سادگی سے سب کچھ انجام پا گیا۔ بری، جہیز تھوڑا بہت تھا۔ رسمیں؟ سلامیاں دی گئی تھیں، بس دراصل اس وقت دین کا وہ شعور نہیں تھا جو بعد میں اللہ تعالیٰ نے دیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے اچکن ٹوپی پہنی تھی۔ میں نے ریشمی کپڑے پہنے تھے، غالباً سرخ رنگ کے۔ البتہ ولیمہ کے کپڑے یاد ہیں سبز مخمل کا سوٹ پہنا تھا، نیچے تلے کے کام والا۔ حق مہر ڈاکٹر صاحبؒ نے اس زمانے میں غالباً 5000 روپے دیا تھا۔

س: آپ کو محسوس نہیں ہوا ایسی سادہ شادی؟ آج کل تو لڑکیاں نہ جانے کیا کیا ارمان سجائے بیٹھی ہوتی ہیں؟

ج: میری طبیعت ایسی تھی ہی نہیں، سادگی، تعلق باللہ، مطالعہ بس اسی قسم کے شوق تھے، میرے ایک چچا بہت عبادت گزار تھے۔ خود مجھے الحمدللہ بچپن سے ہی عبادت کا شوق تھا۔ میری بڑی خواہش ہوا کرتی تھی کہ کاش میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکوں۔ اللہ سے تعلق رکھنے والے لوگ میرے پسندیدہ لوگ ہوتے۔

ایک نابینا بزرگ میرے چچا صاحب کے پاس اکثر آیا کرتے۔ نہایت اللہ والے۔ سجدے میں گڑگڑا کر رویا کرتے۔ ہر وقت آہ وزاری کیا کرتے۔ شب بیداری کرتے غرض کہ عشق حقیقی میں ڈوبے رہتے۔ میں نے ایک دن دل ہی دل میں دعا کی کہ اگر میری شادی ہونی ہے تو اس نابینا بزرگ سے ہو جائے۔ تعلق باللہ کی یہ کیفیت تھی میری۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ نے کوئی تحفہ دیا آپ کو؟ ڈاکٹر صاحب کی سب سے اچھی عادت کون سی تھی اور ناپسند کون سی تھی؟

ج: جی ہاں! کلائی کی گھڑی پہلا تحفہ دیا تھا۔ وہ بہت عرصہ میرے استعمال میں رہی۔ اسی طرح میری ساس صاحبہ نے منگنی کے طور پر مجھے جو انگوٹھی پہنائی تھی، وہ اب میں نے عدت میں اتاری ہے۔ ورنہ مسلسل میں نے پہنے رکھی۔ جب بھی کہیں سے گھسی یا خراب ہوئی، دوبارہ ٹھیک کروالی۔ عادات ساری ہی پسند تھیں۔ وقت کی پابندی بہت کرتے تھے۔ قرآن سے بہت محبت تھی۔ ناپسندیدگی والی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔

ڈاکٹر صاحبؒ نے شروع دن سے بتا دیا تھا مجھے کہ میرا یہ پروگرام ہے۔ دین کی سربلندی کے لیے مجھے کام کرنا ہے۔ اس راستے میں مشکلات بھی آئیں گی، رکاوٹیں بھی ہوں گی تم میرا ساتھ دو گی؟ ظاہر ہے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں تو خود اسی راستے کی راہی تھی۔ میرا بھی یہی مشن تھا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دوں۔ شادی پہ تحفہ، منگنی کی انگوٹھی وغیرہ یہ سب پہلے کی باتیں ہیں۔ جب احساس ہوا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں، محض رسمیں تو پھر سب کچھ چھوڑ دیا۔ اپنے بچوں کی شادیوں پر منگنی، بری، جہیز غرض کوئی رسم بھی نہیں کی۔

س: کیا ڈاکٹر صاحبؒ آپ کی تعریف کرنے میں کنجوس تھے یا فراخ دل؟

ج: وہ ایک ذمہ دار شوہر تھے۔ تعریف کرنے میں کنجوس ہرگز نہیں تھے۔ غصے والے کچھ تھے لیکن خود کہا کرتے تھے کہ نہ جانے تم نے کیا کر دیا ہے کہ اب مجھے غصہ نہیں آتا۔ میرے لیے ان میں دین کی تڑپ جو تھی، وہ بے حد خوشی کا باعث تھی۔ جس مشن کو لے کر وہ چل رہے تھے، اس کے سامنے باقی سب چیزیں ہیچ تھیں۔ میرا ساتھ دینے پر، بچوں کی تربیت کرنے کے لحاظ سے وہ اکثر میرے معترف رہتے تھے۔ ان کے غصہ ختم ہونے کا سبب یہ تھا کہ میں کوئی ایسا موقع آنے ہی نہیں دیتی تھی، اصل میں گھر میں لڑائی جھگڑا کرنے کرانے میں یا بڑھانے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے حسن سلوک سے گھر کو جنت بنا سکتی ہے۔ میری ساس مجھ سے بہت خوش تھیں۔ چھوٹی موٹی بات کہاں نہیں ہو جاتی مگر لڑکی میں برداشت اور بڑوں کا ادب ہو تو معاملہ بگڑتا نہیں۔ دونوں طرف اللہ کا ڈر ہو تو حالات قابو میں رہتے ہیں۔

س: مذہب کی طرف آپ کا رجحان ڈاکٹر صاحبؒ کی وجہ سے ہوا یا آپ شروع ہی سے اس طرف تھیں؟

ج: (آپا جان کی بجائے ان کی بیٹی امۃ المعطی بولیں) امی کا دینی ذوق تو بہت زیادہ اور بہت پہلے سے تھا بلکہ کئی دفعہ ابا جی کہا کرتے تھے، بھئی تمہاری ماں تو میرے سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ امی ابھی تک ہماری تربیت پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں حالانکہ ہم سب اپنے اپنے گھروں والی ہو چکی ہیں۔

س: جب تک آپ لوگ جماعت اسلامی میں رہے، اسے کیسا پایا؟ حلقہ خواتین میں آپ کی پسندیدہ شخصیات کون سی تھیں؟

ج: جماعت اسلامی انہیں اب تک بھی پسند تھی، بس انتخابی سیاست کا رخ لینے کی وجہ سے یہ الگ ہوئے۔ ورنہ سارا مشن وہی تو ہے۔ مجھے حمیدہ بیگم کی شخصیت بہت پسند تھی۔ بس ایک دفعہ ہی دیکھا، درس دے رہی تھیں۔ ان کی سادگی، ان کا علم...... ظاہر ہے۔ بہت متاثر کرنے والی شخصیت تھیں۔ رخشندہ کوکب بھی ان کے ساتھ تھیں۔

س: جماعت اسلامی چھوڑنے پر کبھی پچھتاوا ہوا یا نہیں؟

ج: صدمہ بہت ہوا تھا کہ یہ کس رخ پر چلی گئی؟ پچھتاوا کبھی نہیں ہوا، ڈاکٹر صاحبؒ اپنے راستے پر مطمئن تھے۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ کے راستے کی تھوڑی تفصیل ہو جائے؟

ج: 1971ء میں ڈاکٹر صاحب عمرہ کرنے گئے۔ وہاں بیت اللہ میں عزم کیا اور دوران اعتکاف کہا کہ واپس جا کر کلینک نہیں کرنا بلکہ دین کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینا ہے۔ رازق تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دین کا کام تو پہلے بھی کرتے تھے مگر ساتھ کلینک بھی چلاتے تھے۔ عمرہ سے واپس آ کر سارا وقت دین کو دینے لگے اور کلینک بالکل ختم کر دیا بلکہ آتے ہی اس کو تالا لگا دیا۔ اور اقامت دین کے لیے زندگی وقف کر دی۔ 1972ء میں انجمن خدام القرآن قائم کی، 1975ء میں تنظیم اسلامی کے نام سے ایک اسلامی انقلابی جماعت قائم کی۔ گھر کی اصلاح کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اسلام پہلے گھر پر نافذ کیا جائے، یوں جب ایسے بہت سارے لوگ جمع ہو جائیں گے تو انقلاب لانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ پھر حکومت کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں، جیسے ایران میں ہوا مگر ایسی جماعت قائم نہ ہو سکی۔ اگر جماعت اسلامی اس طرح رہتی تو انقلاب برپا ہو سکتا تھا مگر وہ انتخابی راہوں میں الجھ کر رہ گئی۔

ہم تنظیم اسلامی والے تو مٹھی بھر لوگ ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہمارے ہاتھوں ہی خلافت آئے۔ ہم تو بیج ڈالنے والے لوگ ہیں کبھی تو فصل برگ و بار لائے گی۔ تنظیم میں خواتین کا شعبہ 1983ء میں قائم ہوا۔ لاہور میں 7,6 سو کے قریب ارکان ہیں جنہیں ہم رفیقہ کہتے ہیں۔ کراچی میں بھی لگ بھگ اتنی ہی ہیں۔ اس طرح دوسرے شہروں اور بیرون پاکستان بھی ہماری رفیقات ہیں۔ ہمارا نظام العمل یہ ہے کہ عورت کا دائرہ کار مردوں سے الگ ہے۔ عورت کا اصل مقام گھر ہے لہٰذا وہ تبلیغ بھی اپنے گھر میں کرے۔ البتہ شادی شدہ عورت اپنے گھر، اولاد محرم رشتے داروں اور ہمسائیوں وغیرہ کی خواتین میں کر سکتی ہے۔

س: گلشن طاہرہ اسرار میں کتنے پھول اور کلیاں کھلیں اور ان کی بہار کا کیا عالم ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا ہے۔ عارف رشید ڈاکٹر ہیں۔ عاکف سعید ایم اے فلسفہ ہیں اور تنظیم اسلامی کے امیر (سابقہ) ہیں۔ عاطف وحید کتا مکس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ آصف حمید ایم اے عربی ہیں اور

شعبہ سمع و بصر کے ناظم ہیں۔ ان میں سے عاکف اور عاطف حافظ قرآن ہیں۔ بیٹیاں امۃ المعطی، امۃ المغنی، امۃ المحصی، امۃ المحی اور امۃ الہادی ہیں۔ سب بچے شادی شدہ ہیں اور دین کے کاموں میں ہمارے دست و بازو ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

س: شادی بیاہ میں سنا ہے آپ نے تمام رسومات کا خاتمہ کر کے دکھادیا ہے۔ یہ کیسے ہوا؟

ج: اللہ کا احسان ہے جب دین کو صحیح معنوں میں سمجھا تو میری بچیوں سمیت میں نے شرعی پردہ کرلیا۔ شروع میں مشکلات تو ضرور پیش آئیں لیکن ہم ایک عزم سے ڈٹے رہے۔ ایک عزیز کی شادی پہ گو ہم بالکل تنہا ہو کر رہ گئے تھے، ہاں ان کے بھائی اقتدار صاحب نے ہمارا ہر طرح سے ساتھ دیا۔ مالی بھی، دینی بھی، سماجی بھی غرض وہ اور ان کی اہلیہ ہر طرح سے ہمارے ہم قدم رہے۔ لوگوں نے بہت باتیں بنائیں۔ یہاں تک کہا کہ دیکھیں گے ان کے رشتے کون لے گا اور کون انہیں رشتے دے گا۔ دیکھیں گے بھلا داماد کیسے صرف بیٹھک میں بیٹھا کریں گے؟

مگر اللہ کا ہزار شکر ہے۔ تمام بچوں کے رشتے نہایت معزز اور دیندار گھرانوں میں ہو گئے... اقتدار صاحب کی تین بیٹیاں ہماری بہوئیں ہیں جبکہ بڑے بیٹے عارف رشید کی اہلیہ کراچی کے قاضی عبدالقادر کی بیٹی ہیں جو خود تنظیم اسلامی کے رکن ہیں اور بیگم قاضی عبدالقادر، جماعت اسلامی کی رکن اور ناظمہ بیت المال کراچی تھیں۔ اسی طرح میری دو بیٹیاں اقتدار صاحب کی بہوئیں ہیں۔ وہ سٹ کا شائبہ تک نہیں ہوا کبھی۔ ہر قسم کی رسومات ختم کر کے شادی کی تقریبات صرف ولیمہ کے اندر سمیٹ دیتے ہیں۔ پہلے اس راستے پر ہم اکیلے ہی تھے، اب سارا خاندان اسی طرح شادیاں کرتا ہے بلکہ تنظیم اسلامی کے ہزاروں گھروں میں شادیوں کا یہی چلن ہے۔ مسجد میں نکاح، کچھ بری، زیور اور اگلے دن ولیمہ۔

س: آپ نے ایک بچے کی محرم کے مہینے میں بھی شادی کی تھی؟ اس کی کچھ تفصیل ہو جائے۔

ج: جی ہاں! حافظ عاکف سعید کی شادی 7 محرم الحرام کو کی تھی۔ دراصل یہ کسی سوچ کے تحت نہیں کی تھی بلکہ انہی دنوں تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع بھی تھا، اراکین کی خواہش پر نکاح بھی اسی تاریخ کو رکھ دیا گیا۔ ایک مخصوص مسلک کے لوگوں نے بہت باتیں کیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں مگر ڈاکٹر صاحبؒ کسی سے دبنے والے نہ تھے۔ اس شادی سے متعلق بہت سے جھوٹ بھی پھیلائے گئے مگر الحمدللہ دونوں میاں بیوی خوش و خرم اپنے بچوں کے ساتھ رہ رہے ہیں اور الحمدللہ پھل پھول رہے ہیں۔

س: آپ نے بچوں کی تربیت کسی خاص اصول کے تحت کی کہ آج سب ماشاءاللہ دین کے راستے کے راہی ہیں۔

ج: گھر میں ماں کا ہمہ وقتی رول ہوتا ہے۔ اگر ماں یہ ذمہ داری پہچان لے تو پھر اس کی محنت اور دعا ہوتی ہے۔ اصل کام اللہ کی رحمت ہے۔ ماں اگر بچوں کو ایک نمونہ بنانا چاہتی ہے تو پھر پہلے اسے خود بچوں کے سامنے نمونہ بننا پڑے گا۔ اولاد کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ڈالا جائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر پھر اس پر جم جانا اور اپنے دل کو ٹھیک کرنا ہوگا تقویٰ دل میں ہوگا تو باہر آئے گا۔ اندر ہی نہ کچھ ہو تو باہر کیا آئے۔ سو تقویٰ بہت ضروری ہے۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ کا کھانے پینے کا ذوق کیسا تھا؟

ج: ڈاکٹر صاحبؒ بڑے خوش ذوق تھے۔ لباس میں میچنگ کا خیال رکھا کرتے۔ اسی طرح کھانے پینے میں عمدہ ذوق رکھتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کبھی باسی روٹی، لہسن کی چٹنی اور چائے شوق سے کھا پی لیتے تھے۔ یوں تو ہر چیز شوق سے کھاتے تھے تاہم پلاؤ بہت پسند تھا۔

س: گھر کے کام کاج میں تعاون کرتے تھے؟

ج: ضرورت پڑنے پر تعاون کرلیا کرتے، ورنہ تو ریفریجریٹر کے پاس سے گزر کر واپس آ جاتے اور کہتے پانی تو پلاؤ۔

س: کس بچے سے زیادہ پیار تھا انہیں؟

ج: ابو سب کو پیار کرتے تھے البتہ جو بیٹا بیٹی سب سے زیادہ اللہ کے راستے پر چل رہا ہوتا ہے، وہی زیادہ پیارا لگتا ہے۔ (یہ امۃ المعطی کا جواب تھا)

س: کبھی خواب میں زیارت رسول ﷺ ہوئی؟

ج: جن دنوں ڈاکٹر صاحبؒ نے شادی بیاہ کی رسمیں ختم کرنے کی تحریک چلائی تو ان دنوں ایک شادی میں ہم بالکل اجنبی بن کر رہ گئے تھے۔ ظاہر ہے دل کو تکلیف تو ہوئی کہ اچھی بات پر عمل کرتے ہیں تو اپنے بھی بیگانے بن جاتے ہیں۔ انہی دنوں ایک خواب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ ان کے پاس درمیان میں کھڑے ہیں جبکہ میں اور میری ساس آپ ﷺ کی پائنتی کی طرف کھڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ حضور ﷺ کو کروٹ دلا رہے ہیں۔ میں یہ خواب سنانے میں متردد تھی کہ شادی پر اس خواب نے میری ڈھارس بندھائی کہ اگرچہ بھی ہمارے خلاف ہو گئے ہیں مگر یہ سنت زندہ ہو رہی ہے، تم نے پریشان نہیں ہونا۔ پھر میں مطمئن ہو گئی اور پھر کچھ عرصے بعد سب عزیز و اقارب ہمارے ہم خیال ہو گئے اور سب نے ان رسومات کو ترک کر دیا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی والدہ 1992ء میں فوت ہوئیں۔ بڑی نیک خاتون تھیں۔

س: حج عمرے کتنے کیے؟

ج: یہ تو خالص بندے اور اللہ کا معاملہ ہے، اس میں تعداد کیا بتانی۔ بس جو بھی کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ذات قادر مطلق کے حضور یہی التجا ہے۔

س: ڈاکٹر صاحبؒ کے آخری ایام کے بارے میں کچھ بتائیے؟

ج: ڈاکٹر صاحب کی طبیعت تو خراب رہتی تھی مگر ایسی بھی نہ تھی کہ چل پھر نہ سکیں۔ 10 اپریل کو فیصل آباد میں مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی اور اپنے خطاب میں فرمایا "مجھ سے اسلام کے انقلابی فکر اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کے متعلق جو حاصل کرنا چاہتے ہو، کرلو۔ شاید اس زندگی میں دوبارہ ملاقات کا موقع میسر نہ آئے۔" پھر اپنی عادت کے خلاف اجتماعی دعا بڑی تفصیل سے کروائی اور رو رو کر کروائی۔ فیصل آباد سے واپس آ کر کمر کی درد بدستور تھی۔ پھر بخار بھی ہو گیا۔ اجابت بھی بار بار ہونے لگی، جس سے نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر بھی غسل خانے سہارا لے کر جاتے رہے۔ آخری دن 13 اپریل کو کپکپی بڑی سخت لگ گئی۔ عصر کے بعد طبیعت زیادہ مضطرب ہوتی گئی۔ بیٹوں نے ہسپتال لے جانے کا کہا تو اشارے سے منع کر دیا۔ اپنا سیدھا ہاتھ بار بار مصافحے کے انداز میں اٹھاتے اور فضا میں دیکھتے رہتے۔ ایک بیٹی نے سیدھا ہاتھ دبانا چاہا تو اسے بایاں بازو دبانے کے لیے کہا اور سیدھا ہاتھ بار بار فضا میں بلند کرتے رہے۔ مغرب کے بعد دہی کی خواہش ظاہر کی۔ خود بیٹھ کر چمچ سے دہی کھایا۔ پھر بستر پر لیٹ گئے اور تھوڑی دیر بعد سو گئے۔ رات تین بجے کے قریب اسی نیند میں اپنی دوسری منزل کی طرف چل دیئے۔ اس طرح کہ بالکل سیدھے لیٹے تھے۔ ہاتھ بھی سیدھے کیے ہوئے تھے اور چہرہ قبلہ رخ تھا۔ حالانکہ عام طور پر وہ کروٹ کے بل سویا کرتے تھے۔ چہرے پر بہت سکون اور اطمینان تھا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

س: وہ نظم کون سی تھی جو ڈاکٹر صاحبؒ بڑے شوق سے پڑھ رہے تھے؟

ج: اپنی وفات سے ایک دن قبل ماہر القادری صاحب کی یہ نظم پڑھ پڑھ کر ڈاکٹر صاحبؒ آبدیدہ ہو گئے تھے۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟

قوم کی قوم ہی آسودۂ غفلت ہے ابھی
کیا کسی اور تباہی کی ضرورت ہے ابھی
سنگ و آہن کے بھی سینوں میں شرر جاگ اٹھے
چشمِ انساں ہے کہ محرومِ بصیرت ہے ابھی
قصر و ایواں کی بہاروں کا وہی عالم ہے
جھونپڑیوں کی وہی اجڑی ہوئی حالت ہے ابھی
خواہ دفتر کے ہوں ایواں کہ تصوف گاہیں
وہی حلوے، وہی مانڈے، وہی رشوت ہے ابھی
یہ بھی اک مصلحتِ وقت کا ہے لطف و کرم
شیخ کے سر پہ دستارِ فضیلت ہے ابھی
وہی شاہانہ تجمل، وہی محلوں کا شکوہ
وہی جلوت، وہی خلوت، وہی نخوت ہے ابھی
لب پہ وہ مہرِ خاموشی کہ الٰہی توبہ!
دل کا یہ حال کہ لبریزِ شکایت ہے ابھی
وہی قانونِ فرنگی، وہی دستورِ عمل
وہی خود ساختہ آئینِ سیاست ہے ابھی
ہم نے مانا کہ ہیں آزاد زمینوں کے حدود
تنگ و دل پہ تو غیروں کی حکومت ہے ابھی
آنکھ پھر منتظرِ صبحِ قیادت ہے ابھی
ایک فاروقؓ کی دنیا کو ضرورت ہے ابھی

س: نظم کی بات چلی ہے تو ذرا اس نظم کا بھی ذکر ہو جائے جسے "ڈاکٹر اسرار احمدؒ" کے پیغام کا نام دیا گیا ہے۔

ج: جی ہاں! وہ نظم ندائے خلافت میں اس طرح شائع ہوئی ہے:

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام

نوجوانانِ تنظیم کے نام

چراغِ زندگی ہوگا فروزاں، ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے
جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے
تمہی ہو گے فروغِ بزمِ امکاں، ہم نہیں ہوں گے
ہمارے ڈوبنے کے بعد اُبھریں گے نئے تارے
جبینِ دار پہ چمکے گی افشاں، ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنے نصیبے میں طلوعِ سحر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں، ہم نہیں ہوں گے
ہمارے دور میں ڈالی گئی تھیں الجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہوں گی آساں، ہم نہیں ہوں گے
اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہوگا درخشاں، ہم نہیں ہوں گے
کہیں ہم کو دکھا دو ایک کرن ہی ٹمٹماتی سی
کہ جس دن جگمگائے گی شبستاں، ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں، ہم نہیں ہوں گے

س: خواتین کے نام کوئی پیغام دینا پسند کریں گی؟

ج: ڈاکٹر صاحبؒ کی اقامتِ دین کے لیے تاحیات جدوجہد ہم سب کے لیے ایک پیغام ہی تو ہے۔ تاہم اقبال کا ایک شعر خواتین کے لیے پیش کرتی ہوں ؎

بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرےؓ بگیری

س: جو خواتین فارسی نہیں جانتیں وہ کیا کریں؟

ج: ایک مسلمان عورت صحیح معنوں میں، باعمل مسلمان عورت بن جائے تو سب کچھ سنور سکتا ہے۔ لہٰذا فاطمۃ الزہراؓ بن جاؤ اور زمانے سے چھپ جاؤ تاکہ تمہاری گود میں حسن اور حسینؓ جیسی اولاد پرورش پائے۔ مجھے درج ذیل اشعار بھی بہت پسند تھے:

آغوشِ مادر ہے اسکول پہلا
جہاں تربیت پاتے ہیں سارے اعضا
جہاں لوحِ سادہ پہ کھنچتا ہے نقشہ
اترتا ہے ماں کے خیالوں کا چربہ

آپ کا بہت شکریہ آپا جان۔ جزاک اللہ!

(بشکریہ: خواتین میگزین لاہور)

❁❁❁

فرزانہ چیمہ مرحوم خواتین کے دینی و ادبی حلقوں میں ایک معروف نام تھا۔ متعدد کتب کی مصنفہ تھیں۔ اصلاحی ادبی کاوشوں پر تحریروں کے متعدد ایوارڈ ملے بشمول نیشنل بک فاؤنڈیشن سے صدارتی ایوارڈ۔ تحریر و تصنیف کی مصروفیات کے ساتھ جماعتی و مسلکی تعصب سے بالاتر ہو کر دینی حلقوں کے ساتھ خصوصی محبت و شفقت کا اظہار کرتی تھیں۔ سادگی و قناعت کی پیکرِ اخلاص تھیں۔ 2 دسمبر 2024ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا نقیب و خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور — اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

شمارہ ستمبر 2026ء — ربیع الثانی ۱۴۴۸ھ

مشمولات

☆ عرضِ احوال: مکہ معاہدہ: اُمتِ مسلمہ کی نئی صف بندی یا امتحان؟ — رضاء الحق
☆ تذکرہ و تبصرہ: نبی اکرم ﷺ سے تعلق کے تقاضے — شجاع الدین شیخ
☆ درسِ قرآن: سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ (۱۱) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ ابوظبی سیریز (۲): تواصی بالصبر — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ نقوشِ سیرت: رحمۃ للعالمین ﷺ — حافظ محمد اسد
☆ ذکر و فکر: عظمتِ لا الٰہ الا اللہ — ڈاکٹر ربیعہ ابرار
☆ ظروف و احوال: مکہ معاہدہ — ایوب بیگ مرزا
☆ دعوت و فکر: قوی مومن بنیے! — محمد عثمان عباس

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ ملک) 600 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور — K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-35869501(042)
maktaba@tanzeem.org — 0301-1115348

بیت اللہ چیریٹیبل فاؤنڈیشن

قائم شدہ 2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا مؤثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہؓ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ سورۃ الانبیاء 30:21 الحمد للہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی **جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ، سمارٹ ٹاؤن لاہور** میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دوبارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے، جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیرِ زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ/250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسطاً بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

وضو سے استعمال شدہ پانی (ماء مستعمل) ہے نجس نہیں ہے۔ مسجد عائشہ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی ضائع کرنے کے بجائے مناسب صفائی و فلٹریشن کے بعد ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً ***ساڑھے تین لاکھ لیٹر*** پانی ہر سال زیرِ زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

فکرِ آخرت، پانی کی نعمت اور ہماری ذمہ داری

اللہ رب العزت سورہ مریم آیت نمبر 95 میں فرماتے ہیں وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ دنیا میں ہم پر رب کی بے شمار نعمتیں ہیں یوم حساب رب کی نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا انہی میں سے ایک بہت بڑی نعمت پانی بھی ہمارے پاس رب کی امانت ہے اس کا بھی حساب ہمیں اپنے اللہ کو دینا ہے۔ پاکستان کی پہلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ/250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً ***ساڑھے تین ارب لیٹر*** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر دینی مدارس، اسکول و کالج، یونیورسٹیوں، تجارتی مراکز، شاپنگ مالز، فیکٹریوں، نجی و سرکاری عمارتوں، اور گھروں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جا سکتا ہے۔ **آیئے ہم سے ہر شخص کم از کم ایک مسجد میں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش اور ارادہ کرلے۔**

پانی بچایئے، زمین کو زندہ رکھیے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنایئے

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500

پنجاب چیریٹی کمیشن گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB84854130193440O نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہؓ سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور

baitullah.foundation11@gmail.com 0317 4630894

ہنوز دلی دور است

ابو موسیٰ

سپریم کورٹ آف پاکستان نے 18 اگست کو ایک واضح اور غیر مبہم آڈر جاری کیا کہ عمران خان کو جیل سے شفا انٹرنیشنل ہسپتال منتقل کر کے مکمل علاج کیا جائے اور ڈاکٹروں کی ٹیم میں شوکت خانم کینسر ہسپتال کے ڈاکٹر فیصل سلطان جو عمران خان کے ذاتی معالج بھی ہیں اُنہیں اور عمران خان کی بہن ڈاکٹر عظمیٰ کو شامل کیا جائے اور یہ کام مکمل طور پر دو دن میں سرانجام دے دیا جائے۔ تحریک انصاف کے کارکنوں اور عمران خان کے چاہنے والی عوام نے لحظہ لحظہ گننا شروع کر دیا تا آنکہ وہ وقت آ گیا جو ڈیڈ لائن نے سپریم کورٹ نے حکومت کو دی تھی۔ شفا انٹرنیشنل کے آس پاس سیکورٹی اہلکاروں کی بھرمار تھی۔ ہسپتال کے اردگرد کے علاقے کو خاردار تاروں سے بند کر دیا گیا تھا اور صورت حال یہ تھی کہ سیکورٹی اہلکاروں کے علاوہ علاقے میں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی البتہ عوام نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے ہسپتال سے کچھ دور گلاب کے پھول کی پتیوں اور گلدستوں سے سڑکوں کو سرخ کر دیا تھا۔

رات دس (10) بجے سے اڈیالہ جیل سے قافلہ آ رہا ہے کی آوازوں سے سوشل میڈیا پر اتنی دھوم مچی ہوئی تھی کہ کچھ اور سنائی نہیں دے رہا تھا۔ نصف شب کے قریب عمران خان کے ذاتی معالج ڈاکٹر شفا انٹرنیشنل پہنچ گئے لیکن عمران خان دور دور کہیں نظر نہیں آ رہے تھے صبح سوا چار بجے جب ابھی پو بھی نہ پھٹی تھی، عمران خان کے معالج جو شفا ہسپتال کے باہر انتظار کر رہے تھے، کو بتایا گیا کہ عمران خان کو شفا ہسپتال نہیں لایا جا رہا بلکہ اُنہیں سرکاری ہسپتال پمز لے جایا گیا تھا اور اب علاج کے بعد اڈیالہ جیل واپس بھیج دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب واپس چلے گئے کہ اب وہاں بیٹھنا بے کار تھا۔

سوشل میڈیا پر طوفان مچ گیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے سپریم کورٹ کے احکامات کی یوں کھلی خلاف ورزی اکثر اشاروں کناوں سے اور بعض بڑبولے یوٹیوبر کھل کھلا کر اسٹیبلشمنٹ کو برا بھلا کہنے لگے کہ یہ ان کا کام ہے لیکن جوں جوں وقت گزرا حالات و واقعات کے پرت کھلتے چلے گئے اور قریباً تمام میڈیا ذرائع نے وثوق سے کہنا شروع کر دیا کہ اسٹیبلشمنٹ نے خود کو اس فیصلے پر عمل درآمد کے حوالے سے غیر جانبدار بلکہ لاتعلق رکھا ہے اور یہ سب کچھ شرفا کی حکومت کا کیا کرنا ہے۔ یہ بات بھی خاص طور پر سامنے آئی کہ پنجاب حکومت نے اس سانحہ میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔ ذہن نے بات کو قبول اس لیے بھی فوراً کر لیا کہ ”شریفوں“ کو سپریم کورٹ کے فیصلوں کو ٹھوکر مارنے کا تجربہ بھی ہے جب سجاد علی شاہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس تھے اور وہ شریفوں کی خواہشات کی تکمیل نہیں کر رہے تھے تو کس کو یاد نہیں ہو گا کہ لاہور سے بسیں اور ٹرک گئے تھے اور اُنہوں نے سپریم کورٹ پر ایسی سنگ باری کی تھی کہ جج جان بچانے کے لیے اپنے کمروں سے بھاگے تھے اور کسی جانثار کی یہ آواز ریکارڈ ہو گئی تھی کہ اب سب پنجاب ہاؤس میں جمع ہو جائیں وہاں قیمے والے نانوں سے خاطر تواضع کی جائے گی باقی ماضی قریب کی تاریخ ہے۔

بہرحال ڈاکٹر عظمیٰ جو اڈیالہ جیل سے عمران خان والے قافلہ کے ساتھ تھیں صرف اُن کی عمران خان سے ملاقات ہوئی۔ بعدازاں اُنہوں نے بتایا کہ قید تنہائی کو اتنی سختی سے لاگو کیا گیا تھا کہ جیل کے عملہ کو نہ عمران خان کو سلام کرنے یا جواب دینے کی اجازت نہ تھی اخبارات اور کتابیں بند تھیں اُن کے بقول عمران خان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس وقت کون سا مہینہ چل رہا ہے۔

شروع میں سرکاری طور پر صرف اتنا بتایا گیا کہ عمران خان چونکہ بالکل صحت مند ہیں لہٰذا اُنہیں واپس جیل پہنچا دیا گیا ہے۔ بہرحال اس سانحہ سے عوامی سطح پر جو طوفان برپا ہوا۔ حکومت اب اس پر کبھی کچھ کہتی ہے اور کبھی کچھ۔ تحریک انصاف کے وکلاء نے توہین عدالت کا کیس دائر کر دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حکومتی وزیر عطا تارڑ نے ایک پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ توہین عدالت تحریک انصاف کی طرف سے ہوئی عدالت نے اس حوالے سے سیاسی بیان بازی سے منع کیا تھا لیکن عمران کی بہنوں نے باقاعدہ پریس کانفرنس کی اور دوسری بات یہ کہ شفا ہسپتال اس لیے عمران خان کو پہنچایا نہیں جا سکا کیونکہ تحریک انصاف کے کارکن شفا ہسپتال کے سامنے جمع ہو گئے تھے اور سیکورٹی کا مسئلہ بن گیا تھا حالانکہ کیمرے رات دس بجے شفا ہسپتال کی باہر کی سڑکوں کو دکھا رہے تھے جو بالکل خالی پڑی تھیں سیکورٹی اہلکاروں کے سوا کوئی انسان وہاں نہیں تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عمران خان کی بہن ڈاکٹر عظمیٰ نے عمران خان کی بحیثیت مجموعی صحت پر اطمینان کا اظہار کیا اور اُن افواہوں کی تردید کی جو کسی قسم کے نشہ کے حوالے سے پھیلائی گئی تھیں۔ اُنہوں نے تحریک انصاف کے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ کہیں بھی جمع نہ ہوں بلکہ واپس گھروں کو لوٹ جائیں۔

بہرحال عدالتی احکامات کے باوجود قیدی کو شفا انٹرنیشنل لے جانے کی بجائے پمز لے جانے پر سیاسی کشاکشی صرف جاری نہیں بلکہ آگے سے بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ عمران خان صحت مند ہے یا بیمار، سوال یہ ہے کہ عدالت عظمیٰ کے احکامات پر عمل کیوں نہ ہوا۔ لہٰذا تحریک انصاف نے ایک طرف توہین عدالت کا کیس دائر کر دیا ہے جس کی سماعت چند دنوں میں متوقع ہے بلکہ سہیل آفریدی کو بھی یہ حکم مل گیا ہے کہ وہ واپس KPK جائیں اور 27 ستمبر کو اسلام آباد مارچ کے لیے عوام کو تیار کریں۔ گویا سپریم کورٹ کے فیصلے سے جہاں کچھ بہتری کی صورت نظر آ رہی تھی اور یہ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ قانونی راستوں کو اختیار کر کے سیاسی کشیدگی کو کم کیا جا سکے گا حکومت کا اس فیصلہ کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے سے بجرہ سیاست میں ایسا ارتعاش پیدا ہوا ہے کہ کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ البتہ ایک فرق واقع ہوا ہے کہ محاذ بدل گیا ہے اب لڑائی PTI اور اسٹیبلشمنٹ کی نہیں بلکہ مسلم لیگ (ن) اور PTI کی ہے۔ بلاول اس لڑائی سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں PTI نے لڑائی کا رخ صرف مسلم لیگ (ن) کی حکومت کی طرف موڑ دیا ہے کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کا اس فیصلے کو رد کرنے میں کوئی رول نہیں ہے اس لیے توہین عدالت کی جو درخواست دائر کی گئی ہے اس میں فوج کے نمائندے محسن نقوی کا نام نہیں ہے۔ حالانکہ وہ وزیر داخلہ ہیں جبکہ سیکرٹری داخلہ اور اُن کے محکمہ کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت تحریک انصاف یہ کرتی ہے کہ وزیر داخلہ نے ایک تو اس فیصلے کے خلاف کوئی بیان وغیرہ نہیں دیا تھا جبکہ وزیر داخلہ اُس رات شفا انٹرنیشنل سیکورٹی انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اُنہیں بھی واردات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

قصہ کوتاہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ واضح ہو رہا ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو یوں ٹھکرا کر آگے گزر جانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے یوسف رضا گیلانی پہلے عدالتی احکامات کی تکمیل نہ کرنے پر وزارت عظمیٰ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے سپریم کورٹ کے حکم کے باوجود سوئس حکام کو خط نہیں لکھا تھا جبکہ یہ معاملہ اُس سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ ایک بڑی جماعت کے لیڈر کی صحت کے حوالے سے سپریم کورٹ کے

واضح اور غیر مبہم احکامات تھے۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے کو کئی حصوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر حصے پر عمل درآمد کرنے کی حکومت کو الگ واضح ہدایات دی تھیں جو سب کی سب فراموش کر دی گئیں۔ پھر ہسپتال کی انتظامیہ نے یہ راز بھی فاش کر دیا کہ انہیں عمران خان کے آنے کی کوئی باقاعدہ اطلاع بھی نہ کی گئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ حکومتیں اگر اعلیٰ ترین عدالت کے احکامات سے یوں کھلواڑ کریں گی تو نظام کیسے چلے گا جس کا پہلے سے ہی رونا رویا جا رہا ہے کہ نظام ڈیفالٹ کر گیا ہے۔ اس ڈیفالٹ شدہ نظام میں بھی اگر ملک کی سب سے بڑی عدالت سے یوں کھلواڑ کیا جائے گا تو ریاست کے بچ جانے یا قائم رہ جانے کی کیا صورت رہ جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ آئین، قانون اور عدلیہ سے یہ کھلواڑ تو اپنی بدترین شکل میں گزشتہ چار سال سے جاری ہے۔ کبھی عوامی نمائندوں کی ماؤں اور بیٹیوں کو اٹھا کر انہیں 26، 27 ویں ترمیم کے حق میں ووٹ ڈالوائے جاتے ہیں۔ کبھی عدالتوں کے ججوں کو بتایا جاتا ہے کہ ہم جانتے کہ تمہاری بیٹی کس کالج میں پڑھتی ہے اور کس راستے آتی جاتی ہے اور کبھی نامعلوم لوگ مخالفین کو اٹھا لے جاتے ہیں اور دنوں بعد اُس کی لاش سڑک کنارے مل جاتی ہے۔ C.T.D ایک محکمہ بنا دیا گیا ہے جو جسے چاہے اور جب چاہے ملزم قرار دے کر پولیس مقابلے میں مار دیتا ہے۔ ملزم کا عدالت جانا اور وہاں سے مجرم قرار پانا عملی طور پر غیر ضروری ہو گیا ہے۔ گویا اندھیر نگری چوپٹ راج کا معاملہ ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آثار نمایاں ہو رہے ہیں کہ اس ہائبرڈ نظام کا آخری وقت آ گیا ہے اور وہ آخری ہچکیاں لے رہا ہے لیکن اس سے قومی اور سیاسی سطح پر ایسا نقصان ہو رہا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

ایک اہم بات سیاسی کارکن اور ان کے بڑے جب تک نہیں سمجھیں گے اُس وقت تک مسئلہ حل نہیں ہوگا اور سیاسی بحران اور معاشی عدم استحکام بڑھتا ہی چلا جائے گا وہ یہ کہ اگر کوئی سیاسی جماعت یا کوئی سیاسی شخصیت عوام میں انتہائی پاپولر ہو جائے تو اُسے آج کے دور میں کسی صورت ignore نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ اُس کو پیچھے دھکیلنے کے لیے غیر جمہوری حربے اور ظلم و تشدد کا راستہ اختیار کریں گے تو وہ عام آدمی جو سیاست میں دلچسپی نہیں رکھتا اُسے بھی مظلوموں سے ہمدردی ہو جائے گی اور وہ بھی اُن کا حمایتی بن جائے گا۔ ریاست کو جمہوری کہنا اور اس میں زبردستی کرنا مخالفین کو جبر و تشدد کا نشانہ بنانا گویا اُس جماعت یا سیاسی شخصیت کو مزید پاپولر کرنا ہے۔ اُس سے نمٹنے کا صرف اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اُس کے راستے سے ہٹ جایا جائے۔ عین ممکن ہے کہ وہ جماعت یا شخصیت برسراقتدار آ کر لوگوں کی توقعات پر پوری نہ اُترے تو وہ مقبولیت یوں ختم ہوگی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ تیز رفتار بہتے پانی کا راستہ روک کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کریں گے جو تباہی و بربادی کا باعث بنے گا۔ آپ اسے پھیلنے دیں۔ پھیلنے سے وہ خود اپنی طاقت کھو دے گا تب آپ اس کا رخ اپنی مرضی سے موڑ سکیں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ آزمودہ طریقے ہیں اور تاریخ اس حوالے سے ہماری درست رہنمائی کرتی ہے۔ ہم خود کو بدلنے کی بجائے تاریخ بدلنے کی کوشش کریں گے تو بری طرح ناکام ہوں گے۔ جمہوری طریقہ یہ ہے کہ دوسرے کی مقبولیت پر اُس کو راستہ دیں اپنی کی کوتاہیاں اور غلطیوں پر غور و فکر کریں اور انہیں درست کرنے کی انتہائی مخلصانہ کوشش کریں تو جس طرح آپ مقبولیت کے حوالے سے اُن کی کامیابی و کامرانی کو روک نہیں سکے، وہ بھی ایسا نہ کر پائیں گے۔ گویا آپ کی تمام کوشش اور جدوجہد اپنی بہتری اور ترقی ہو نہ کہ دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے جیسی منفی جستجو ہو۔ راقم یہاں خاص طور پر مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نواز شریف کی خدمت میں گزارش کرے گا کہ وہ غور کریں کہ کس طرح اُن کی زبردست مقبولیت بدترین عدم مقبولیت میں تبدیل ہوئی۔

راقم کی رائے میں تین بڑی وجوہات تھیں جنہوں نے نواز شریف کی شاندار مقبولیت کو بدصورت عدم مقبولیت میں تبدیل کر دیا۔ پہلی یہ کہ انہوں نے جیل سے نکلنے کے لیے مشرف سے سعودی عرب کے شاہی خاندان کی وساطت سے N.R.O لے لیا اور جدہ چلے گئے۔ بعدازاں وہ اس سے منکر گئے کہ انہوں نے مشرف سے کوئی N.R.O کیا ہے جس پر سعودی عرب کا ایک وزیر خاص طور پر پاکستان آیا اور اُس نے میڈیا کو دستاویزات دکھائیں کہ مشرف اور نواز شریف میں جیل سے نکلنے کے لیے معاہدہ ہوا تھا کہ وہ دس (10) سال تک سیاست میں حصہ نہیں لیں گے۔ اس پر ان کی شہرت بری طرح متاثر ہوئی۔ دوسری بڑی غلطی یہ تھی کہ تحریک انصاف کے دور میں کرپشن کے الزامات پر جیل میں تھے تو بیماری کو عذر بنا کر لندن چلے گئے لیکن وہاں ایک دن کے لیے بھی ہسپتال داخل نہ ہوئے بلکہ دوست احباب کے ساتھ ریسٹورنٹ اور کافی ہاؤسز میں گپ شپ لگاتے دیکھے گئے۔ جس کا عوام میں سخت ردعمل آیا اور last but not the least کہ وہ 2024ء کے انتخابات میں بری طرح ہار گئے لیکن فارم 47 کے ذریعے خاکی وردی کی سرپرستی میں اپنی ہار کو جیت بنا لیا۔ گویا ووٹ کو عزت دینے کی بجائے بُوٹ کو عزت دی۔ اس طرزِ عمل نے اُن کی سیاست کی لٹیا ہی ڈبو دی شرمندگی میں وہ خود وزیراعظم تو نہ بنے لیکن بھائی کو وزیراعظم اور بیٹی کو پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کی حکمرانی سونپ دی۔ اگر نواز شریف اُس وقت اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے کہ ہم چونکہ ہار گئے ہیں، عوام نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا ہے تو اُن کا سیاسی قد بہت بڑھ جاتا۔ قرآن پاک فرماتا ہے: ''دولت اور اولاد دونوں فتنہ ہیں۔'' نواز شریف دونوں کا شکار ہوئے غیر ممالک میں جائیدادیں بنائیں اور عدالت میں کوئی منی ٹریل نہ دے سکے اور بیٹی کی حکمرانی کی خواہش کی تکمیل کے لیے اپنے تمام اصول اور قواعد و ضوابط فراموش کر دیئے اور سول بالادستی جس کے وہ ہمیشہ دعوے دار رہے ہیں خود ہی اُس سے منہ پھیر لیا۔

اس ساری صورتِ حال سے تحریک انصاف ہرگز یہ نہ سمجھے کہ اُس کے دلدر دور ہو گئے ہیں اور وہ جلد اسٹیبلشمنٹ کی گڈبکس میں آ جائے گی، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ انہیں اب جس صورتِ حال کا سامنا ہوگا، اُسے شاعر منیر کی زبان میں سمجھیں۔

اک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
جب میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

اُن کے راستے میں ابھی رکاوٹوں کے پہاڑ ہیں۔ انہوں نے 27 ستمبر کی اسلام آباد کی طرف کا رخ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جبکہ راولپنڈی میں فوج طلب کر لی گئی ہے۔ ریاستی قوتیں عمران خان کے نام پر کانا لگا چکی ہیں لیکن دوسری طرف KPK کے عوام انتہائی مشتعل ہیں۔ خطرہ ہے کہ 27 ستمبر تک اگر ریاست اور عمران خان کے معاملات طے نہ ہوئے تو ملک میں کوئی حادثہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو محفوظ و مامون رکھیں۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں کو ذاتی مفاد تج کر کے پاکستان کے مفاد میں سوچنا ہوگا۔ ورنہ جو حشر اُس کٹی ہوئی پتنگ کا ہوتا ہے جو بازار میں گر رہی ہوتی ہے اور جوانوں کا ایک گروہ اُسے اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے وہ پیش آ سکتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے افغانستان سے تعلقات بھی انتہائی کشیدہ کر لیے ہیں جس کی سرحدیں KPK سے ملتی ہیں۔ میڈیا اور خاص طور پر یوٹیوبرز اپنا مالی مسئلہ حل کر رہے ہیں۔ راقم کی رائے میں ہنوز دلی دور است، کرسی ایک اور دعوے دار دو ہیں، دونوں طاقتور ہیں البتہ طاقت کی شکل مختلف ہے آہوں دعاؤں اور اسلحہ کا ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔ جس کا نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری لغزشوں سے اعراض فرمائے اور ہم پر رحم کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی ذات سے بلند ہو کر ملک و قوم کے معاملات کو دیکھیں۔ اللہ پاکستان کو قائم دائم اور محفوظ و مامون رکھے۔ آمین یارب العالمین!

حذر اے چیرہ دستاں......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

21 اگست بین الاقوامی طور پر دہشت گردی کے مظلوموں کو خراجِ تحسین پیش کرنے، یاد منانے کا دن تھا۔ تاہم دنیا اس پر یوں منقسم ہے کہ اسرائیل کی فلسطینیوں پر دیوانی، وحشیانہ حملوں، بمباریوں کی جنگ کو ہم نے بھی کہیں دہشت گردی کا عنوان دیتے نہ پایا۔ مظلوموں کی فہرست میں ہزاروں بچے، لاکھوں مائیں، عورتیں، ضعیف، مرد، خاندان اجڑ گئے۔ مگر تفاصیل، تذکروں میں یہ نہ آیا۔ کیا ان کے لواحقین نہ تھے؟ (کیونکہ یہ صرف لواحقین کا دن ہے! مظلوموں کا ہے ظالموں کا ذکر نہیں!) جو زندہ بچ گئے، ان میں سے قید و بند میں بلا فراہمی انصاف، ماورائے عدالت مظلومیت کی ہولناک تصاویر بنے اسرائیلی جیلوں میں سڑتے رہیں۔ گوانتا مو، مقبوضہ کشمیر، تیونس، مصر یا دیگر مسلم ممالک میں ہوں، ان کا کوئی والی وارث نہیں۔ ان کی جیتی جاگتی ایک تصویر اسرائیل میں 45 برس قید کاٹنے والے نائل البرغوثی کی ہے۔ جو فروری 2025ء میں غزہ جنگ بندی سے منسلک، رہا ہونے والے قیدیوں کے تبادلے میں شامل تھے۔ رہائی کی شرط جلا وطنی تھی۔ فلسطینی آزاد علاقے میں نہ رہ سکتے تھے۔ مصر بھیجے گئے۔ مقبوضہ کشمیر کے مظلوموں کی داستانیں سنانے والے صحافی افتخار گیلانی نے اس دلدوز داستان میں 45 سالہ مظلومیت اور اسرائیلی سفاکی سے پردہ اٹھایا۔ دورانِ قید برغوثی کی شادی ایک سابقہ آزاد قیدی خاتون ایمان نافع سے ہوئی۔ جیل کی سلاخوں کے آر پار خطوط، پیغامات فلسطینی گلی کوچوں کی تصاویر پر یہ بندھن چلا۔ ملاقات ممکن نہ تھی۔ برغوثی کہتے ہیں: ہمیں رومیو، جولیٹ کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس ایسی ہزاروں کہانیاں ہیں۔ مرحوم فلسطینی ادیب ولید دقہ کو اسرائیلی قید میں کبھی بیٹی، بہن، بیوی کو گلے ملنے کا حق نہ ملا۔ جیل میں 45 سال عبرانی، انگریزی پر مکمل عبور اور وسیع ترین مطالعے نے انہیں گہرا شعور عطا کیا۔ فلسطینی قیدیوں کو یہ مروان برغوثی نے تربیت دی تھی کہ اگر مقدر میں جیل میں مرنا لکھا ہے تو ہم اللہ کے پاس جاہل نہیں جائیں گے۔

سو وہ برصغیر کی تاریخ، کشمیر پر بھی ہم پاکستانیوں سے بہت زیادہ عبور رکھتے ہیں۔ اور یہی تمام ایمانی، نظریاتی، فی سبیل اللہ قیدیوں کا خاصہ ہے شرق تا غرب۔

یہ دن جب طے کیے جاتے ہیں تو ان کی یہی ہوتی ہے کہ مثلاً 'دہشت گرد' کون ہے؟ (صرف اسلام پسند!) 2011ء تا 2024ء، شام میں شامی صدر (پہلے حافظ الاسد باپ رہا، اخوان کا قاتل) بشار الاسد کے ہاتھوں کیا بیتی؟ جس کی تصاویر آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں جو پورے ملک کو غزہ نما کھنڈرات بنا کر چھوڑ گیا۔ 2024ء میں ملکی آبادی مہاجر ہو چکی تھی۔ یا اجتماعی قبروں میں بھر دی گئی۔ یا جیلوں میں بچے کھچے قیدی تھے پڑے تھے جب عوام سے اُٹھنے والے انقلاب میں احمد الشرع اور (پاکستان کا حالیہ دورہ کرنے والے) حسان الشیبانی وغیرہ نے شام آزاد کروایا۔ پاکستان دورے کے دوران شامی وزیر خارجہ الشیبانی سے سینیٹر، وزیر خارجہ اسحٰق ڈار سے ملاقات میں جیو نیوز پر گفتگو میں سوال کیا کہ شام ایران مابین ثالثی میں پاکستان کردار ادا کر سکتا ہے؟ اس پر شامی وزیر خارجہ نے کہا کہ ایران کو پہلے اس کا اقرار کرنا ہوگا کہ جو کچھ اس نے شامی مملکت اور اس کے عوام کے ساتھ کیا۔ (بشار 10 فی صد اقلیتی عقیدے کا نمائندہ سنی اکثریت پر باپ، بیٹا 50 سال حکمران رہے۔ آہنی حکمرانی ایہ 13 سال عرب بہار کے بعد شام اجاڑا گیا ایرانی محوری قوتوں کے ہاتھوں۔) ایسے تمام قضیے 'بین الاقوامی دہشت گردی کے زمرے کے دن' یاد نہیں کیے جاتے۔ باوجودیکہ بشار الاسد کے سفاک بیرل بموں، امریکہ، روس کی بمباریوں، مہاجرت، اندرونی مسلسل بے دخلی اور کیمیائی حملے اس آبادی نے برداشت کیے۔

گئے گزرے وقتوں میں پاکستانی عورتوں کی بے چارگی کی داستانیں آبدیدہ کرتی رہیں۔ مگر اب دیدوں کا پانی ایسا ڈھلا، دیدہ دلیری ایسی کہ دیدہ وروں کے دیدے پتھرانے کو آ گئے۔ فیمنزم، سماجی حقوق اور نسائیت کے نام پر ساری حدیں پھلانگ گئی۔ ویٹ (Veet) سپر ماڈلنگ کے حیا سوز مظاہر اور پھر ان کی سپر ماڈل حمیرا اصغر کی عبرتناک موت، جو گزشتہ سال جولائی میں کراچی کے فلیٹ سے اس کی 9 ماہ پرانی لاش برآمد ہونے پر سامنے آئی۔ حسن و زیبائش میں تیسرے نمبر پر آ کر تاجپوشی سے رہ جانے والی۔ اچانک خبریں سامنے آئیں کہ صرف پاکستان میں نہیں اب تو پاکستانی حسیناؤں نے 'کائنات' میں حسن کی تھگلیاں لگانے کے شوق میں 'مس یونیورس پاکستان' مقابلوں میں جا اترنا شروع کر دیا۔ (ذرا سی کائنات میں موجود بلیک ہول کی تفاصیل پڑھ لیجیے۔ جو بلا بن کر اپنی مقناطیسی قوت سے سبھی کچھ نگل جاتے ہیں۔ نجانے حمیرا کس بلیک ہول کی نذر ہوئی۔ نور مقدم کو نگل جانے والا تو ظاہر جعفر تھا جو بڑا بد باطن نکلا۔ اور اسی طرح سارہ انعام شادی کے پھانسے میں آ کر جان کھو بیٹھی۔

اب مزید پتہ چلا کہ پاکستانی لڑکیاں تو چار مرتبہ مس یونیورس بن کر پاکستان کی نمائندگی کر چکیں! اس میں بڑے سخت مراحل سے حسن کو گزرنا پڑتا ہے۔ بھرے سٹیجوں پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نمائندگان کو انتخابی معیارات پر پورا اترنے کو تیراکی کا لباس، بکنی (فروختنی نہیں، یہ انگریزی کا لفظ ہے مگر حقیقت، شئے فروختنی کی ہی ہے) پہن کر رونمائی کروائی جاتی ہے۔ اس سال مصباح ارشد 2026ء میں جیتی۔ (دونوں جہان فیمنزم کی محبت میں ہار کے!) داغ بیل ڈالنے والی پاکستانی نژاد برطانوی شہریت والی عیسائی لڑکی رومہ ریاض تھی۔ برطانیہ کی رہائشی رومہ نے پاکستان کی نمائندگی کیونکر کی؟ نہ کسی نے اسمبلی میں سوال اُٹھایا، نہ علمائے کرام نے اظہار ناراضی، تشویش کیا، نہ دینی جماعتوں کے مرد و زن بولے! اذیت ناک تو یہ بھی تھا کہ درج بالا سبھی مراحل سے پاکستانی عورت کی عزت تار تار کر کے یہ نمائندگی ہوئی۔ تاجپوشی کا لباس بھی ناقابل بیان۔ اور پھر ایک تصویر پاکستان کی خدمت میں یہ پیش کی کہ سفید لباس، (جو کہیں کہیں موجود ہے۔) اوپر کے برہنہ دھڑ پر پاکستان کا جھنڈا باقی ماندہ برہنگی چھپانے کو ہلال اور ستارہ دکھا رہا ہے۔ سبز رنگ دھندلا ہی گیا اشکبار ہو کر (اسے برطانوی جھنڈا اوڑھنا چاہیے تھا۔) لیکن بہت سوں کو یہ سارے غم نہ تھے۔ بس یہ افسوس تھا کہ پاکستان گورا چٹا نہ سہی، بھورا تو تھا۔ بھلا اتنی سیاہی مائل لڑکی کا انتخاب کیوں ہوا۔ اس کا اظہار کیا گیا تبصروں میں! یعنی ہمیں گوری چمڑی اخلاق، کردار، شناخت سے زیادہ محبوب ہے؟

پھر اگر تعلیم یافتہ نسائیت زدگان کو باپ، بھائی، شوہر کی زور آوری اور 'پدر سری' پر اعتراض تھا تو وہ اب

اسلام آباد نے 'مادر سری' دکھا کر دور کر دیا۔ 'مادر سری' سرچڑھی خاتون آمنہ سعید، پی ایچ ڈی، فلسفہ نے اپنے شوہر اور 14 سالہ بیٹی کو پلاسٹک (pvc) پائپ اور دھاتی راڈ سے مار مار کر زخمی کر دیا۔ بچی کے گردے کو بھی زخمی کیا۔ شوہر سیکورٹی فورس کا ملازم ہونے کے باوجود تین مرتبہ اس بیوی کے تشدد سے گزرا جس کا کہنا تھا کہ 'گھر کی مالکن میں ہوں'۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے مادر سری پر دو لاکھ روپے کی ضمانت منظور کی۔ لہٰذا یہ پدرسری کے خاتمے اور فیمنزم کے مزے لوٹنے کی قیمت ہے۔ 'یوم نسواں' تو ابھی دور ہے ہیلووین پر ان خاتون کی 'فیمنزم تاچپوشی' مار چنی، موم بتی آنتیاں کروا دیں۔ کمال کر دکھایا شوہر کی پٹائی کا! شریف زادے کو پولیس کچہری سے مدد لینی پڑی۔ مبارک ہو پاکستان ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ یا پھر وہ کوشش جو شمسو لی بی نے کی اور ماری گئی……

مڈل ایسٹ آئی نے ٹائمز آف اسرائیل کے حوالے سے ایک رپورٹ شائع کی ہے۔ (18 اگست) ملاحظہ فرمایئے: اسرائیلی تعلیمی نظام کے جائزے/ نگرانی کے ادارے، جو ثقافتی رواداری، برداشت اور امن کے حوالے سے نصابوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے، اس نے سعودی نصاب جانچے ہیں (IMPACT-se) کا کہنا ہے کہ سعودی سکولوں نے اپنے نصاب سے یہ جملہ، جو پہلے موجود تھا، نکال دیا ہے کہ: 'مسلمان یروشلم سے کبھی دست بردار نہ ہوں گے'۔ اسے مثبت اقدام قرار دیا اور قرآن وحدیث کے دیگر حوالہ جات نکالنے پر بھی خوشی کا اظہار کیا۔ یہ تبدیلی بھی نوٹ کی گئی کہ اب طالب علموں کو یہ نہیں پڑھایا جا رہا کہ: 'عقیدے کی کمزوری یا بے اعتقادی کے معنی اللہ کے غضب یا لعنت ابدی کے ہیں'۔ سعودی کتب، رواداری اور برداشت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ سعودی اب نصاب سے یہود دشمن مواد، مندرجات نکالتے جا رہے ہیں۔ اس تنظیم کا مذکورہ مقصد (رواداری، برداشت، امن کی جانچ!) ملاحظہ ہو۔ اور اسرائیل کا اپنا ان ہی اصطلاحوں کا عملی ثبوت جو اس نے غزہ اور مغربی کنارے پر مجرمانہ آبادکاری سے کیا۔ غزہ میں نسل کشی۔ امریکہ، یورپ کی سرپرستی تمام اسرائیلی وارداتوں کی۔ ہم ان کے ہمنوا مددگار اور انہیں نوبل امن انعام کا حقدار قرار دینے پر مصر!

خدا رے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

❁❁❁

پریس ریلیز 27 اگست 2026ء

295-C کو کالا قانون قرار دینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے قوانین کا مؤثر، عادلانہ اور بلا امتیاز نفاذ ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔

شجاع الدین شیخ

295-C کو کالا قانون قرار دینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قوانین کا مؤثر، عادلانہ اور بلا امتیاز نفاذ ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں منعقدہ پریس کانفرنس میں سیکولر لبرل طبقہ کے نمائندگان کا تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ سے متعلق قوانین کو کالا قانون قرار دے کر پاکستان پینل کوڈ سے 295-C کے خاتمے کے مطالبے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے موجود قانونی ضمانتوں کو ختم کرنے کا مطالبہ دین اسلامی کی بنیادوں سے کھیلنے کی کھلی سازش، کروڑوں مسلمانوں کے ایمانی جذبات سے کھلی بے اعتنائی اور پاکستان کے اسلامی تشخص سے انحراف ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی ناموس وحرمت ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر کچھ عرصہ بعد 295-C کو کالا قانون قرار دینا اور اسے ختم کرنے کا مطالبہ ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف مغرب کی اُن ابلیسی ریشہ دوانیوں کا ہی حصہ ہے جن سے وہ مسلمانوں کے دلوں سے روحِ محمدی ﷺ کو (معاذ اللہ!) نکالنا ہے۔ تنظیم اسلامی پہلے بھی واضح کرتی رہی ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے قوانین کو ختم کرنے کی بجائے ان کا مؤثر، عادلانہ اور بلا امتیاز نفاذ ضروری ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر کسی قانون کے غلط استعمال، جھوٹے مقدمات یا قانونی طریقہ کار میں نقائص کے حوالے سے کوئی حقیقی شکایات موجود ہیں تو ان کا حل شفاف تحقیقات، عدل پر مبنی عدالتی کارروائی اور قانون کے درست نفاذ میں ہے، نہ کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ سے متعلق قوانین کو ہی ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے حکومت اور متعلقہ ریاستی اداروں سے مطالبہ کیا کہ اس نوعیت کے اشتعال انگیز مطالبات کا فوری نوٹس لیا جائے اور پریس کانفرنس میں دیا گیا ہر ایسا بیان جو ملکی قوانین کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ سے متعلق قوانین کو ہر حال میں بحال رکھا جائے، چاہے کتنا ہی اندرونی و بیرونی دباؤ کیوں نہ ہو۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

ضمیمہ (III)

ایں خیال است ومحال است وجنوں!

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں دین اسلام کی کاملیت اور اکملیت کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔''

(جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1588 دن گزر چکے!

ابرِ رحمت

عبدالمالک مضطر دہلوی

محسن کاکوروی کی مشہور نعت ''سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'' کے تناظر میں

نطق عاجز ، قلم لاچار ، زباں ہے مختل
کیسے ہو پائے بیاں مدحِ رسولِ مرسل (صلی اللہ علیہ وسلم)
سمت فاراں سے چلا جانب تیا بادل
بھاگ یثرب کے کھلے ، تھا جو نظر سے اوجھل
زرد مرجھائے ہوئے سبزے نے لی انگڑائی
جھومتی مست ہواؤں نے مچائی ہل چل
وادی و کوہ میں ، ہر سمت بنی ہریالی
چھائی گھنگھور گھٹا ، کھل اُٹھے ہر دل کے کنول
بجھ گئی روح کے ویرانوں کی صدیوں کی پیاس
جس کے باعث رہا انسان سدا ہی بے کل
برکتیں اُتریں فلک سے جو تھیں بے حد و حساب
ابرِ رحمت نے برس کر کیا ہر سو جل تھل
موسمِ گُل کی خبر دینے لگی برکھا رُت
لہلانے لگی ہر کھیتی ، ہرا ہر جنگل
تھا جو صحرا لق و دق اور جو بنجر تھی زمیں
لا کے اُلٹا دی فلک نے وہیں اپنی چھاگل
اوڑھ لی ساری زمیں نے ہی دھنک کی چادر
بچھ گئی چار طرف نرم ، ملائم مخمل
چار سو ملنے لگی قلب و نظر کو تسکین
ہوا تہذیب کا مرکز ، جو تھا میداں چٹیل
صبح ہوتی تھی تو امید یہ لے کر ہر روز
آج آ جائے وہ شاید ، جو ہے انساں اکمل
خلق میں مرتبہ جس کا ہے ہر اک سے اعلیٰ
خلق میں بھی ہے جو اللہ کی ، سب سے افضل
جس کی تعلیم سے انساں کو ملے راہِ نجات
آدمی زاد کو بتلائے صحیح راہِ عمل
آرزو لے کے یہی آتی تھی ہر سال بہار
جائے بس حسرتِ دیدار تو اس بار نکل
تھے چٹکتے اسی اک آس میں غنچے سارے
ایک اک لمحے کی تاخیر تھی سب پر بوجھل
ماہی و مور و ملخ ، سارے طیور اور وحوش
منتظر اُس کے تھے جس ذات کا آنا تھا اٹل
جس کی آمد کی خبر دیتے رہے سارے نبی
جس کا دل مہبطِ انوارِ وحی کا تھا محل

اسی امید پہ قائم تھی یہ دھرتی ساری
ہر کلی پھول ہو ، ہر شاخ پہ پھوٹے کونپل
اس تمنا میں ہی گردش میں ستارے تھے تمام
چاند کو چین ، نہ سورج کو سکوں تھا اک پل
ہو گیا غارِ حرا میں بزبانِ جبریلؑ
آخری وحیِ الٰہی کا نزولِ اوّل
وعدہ اللہ کا موسیٰؑ سے ہوا یوں پورا
ہو کے مقبول ، دعا لائی براہیمؑ کی پھل
ابنِ مریمؑ کی نوید آئی مجسم ہو کر
تھا بشارت میں نہ ابہام ، نہ شک کا تھا دخل
ذکر توراۃ و زبور اور اناجیل میں ہے
نام کے ساتھ تھا ، گو اس میں ہوا ردّ و بدل
صرف اپنے نہیں ، ہیں غیر بھی اس کے قائل
اُس کی سیرت کا ہے ہر پہلو حسیں اور اجمل
رب نے انساں کی ہدایت کا جو بھیجا پیغام
جل اٹھی گھور اندھیرے میں تھی گویا مشعل
نوعِ انساں کو نظر آ گئی منزل اپنی
ورنہ تھی اس پہ زمیں تنگ ، تھا ہر جا مقتل
آدمی زاد ہر اک لحظہ تھا لرزاں ، ترساں
تھے حواس اس کے پریشان ، تھے اوساں مختل
شبِ معراج ہوئے بندے پہ اَسرار عیاں
ابنِ آدم سے نہ مخفی رہا اب رازِ ازل
آلِ یعقوبؑ فضیلت سے تھی کب سے محروم
اہلِ تثلیث کا تھا راست ، عقیدہ نہ عمل
روم و فارس کے معابد کی بجھیں سب شمعیں
مچ گئی بت کدۂ ہند میں ہر سو ہلچل
پاک ہونے کو ضروری نہ رہا چشمہ
پوِترتا کو نہ درکار رہا گنگا جل
بت پرستی سے ہوا پاک جو صحرائے عرب
تھے زمیں بوس سب ، عزیٰ و منات ، لات و ہُبل
ہوئے اگنی کے پجاری بھی جو تتر بتر
ہند میں ان کے لیے جائے اماں آئی نکل

مندروں ، تیرتھوں ، میں تھی یہاں اب بھی رونق
پروہتوں ، پنڈتوں کی شان میں تھا کچھ نہ خلل
ہوئے آتش کدے ایران کے سرد اور ویراں
ہو گئے پیرِ مغاں ان کے بھی سارے بے کل
جاوداں شعلہ ، جو کہتے تھے بجھے گا نہ کبھی
رہ سکا پھر نہ فروزاں وہ کبھی بھی اک پل
تختِ جمشید رہا اور نہ ہی تاجِ دارا
کوئی خسرو ہوا کسریٰ ، نہ ہی قیصر ہرقل
چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ دانشور
اپنے خالق کو نہ جانے تو ہے جاہل ، اجہل
رب کا منکر ہو کوئی تو کرے اس کی توضیح
کائنات بن گئی کیسے یہ بن اسباب و علل
ایک خالق کو نہ مانے تو ہے وہ کور نظر
اُس کی آنکھوں سے ہیں آیاتِ الٰہی اوجھل
جو سمجھتا ہے کہ ہیں خالق و معبود کئی
لازمی ان میں کشاکش ، حسد ، اور جنگ و جدل
جس کو مطلوب ہو جنت ، ہو جہنم سے نفور
لائے ایمان ، کرے اس پہ ہی پھر دل سے عمل
یہ بتایا کہ عدالت وہ لگے گی اک روز
جس میں رشوت کا چلن ہے نہ سفارش کا دخل
عدل و انصاف پہ ہی فیصلہ ہو گا اُس دن
حق ملے گا ہر اک حقدار کو ، یا اُس کا بدل
مختصر زندگی میں رب کی ہدایت پہ چلیں
اس سے پہلے کہ یکایک ملے پیغامِ اجل
نرک اور سورگ کی راہیں ہیں الگ ، رنگ الگ
مان کر اُس کی مشیّت شانت ، ہو جیون بھی سپھل
پائی انسان نے انساں کی غلامی سے نجات
ورنہ چند ان میں خداوند تھے ، باقی ارذل
عورتوں اور غلاموں کو ملے ان کے حقوق
زندگی تلخ تھی ان کی ، نہ مداوا تھا نہ حل
سرمۂ نورِ بصیرت ہوئی خاکِ یثرب
دل کی آنکھوں کے لیے بدر و اُحد تھے کاجل
پھیلتی جائے گی خوشبو یہ زمانے میں سدا
روشنی کم نہیں ہوگی یہ کبھی ، آج نہ کل
منفرد اُس کا ہے انداز ، جدا ہے تعبیر
گرد کو کوئی نہ پہنچا ، نہ ہی اُس کا ہے بدل

کوئی بھی لطف و کرم میں نہیں ہے اس کی نظیر
دوسرا جود و سخا میں نہیں ہے اس کے مثل
اس کے جیسا کوئی صادق نہ ہی کوئی ہے امیں
اس کا فرمان ہے ہر بات میں قول فیصل
ہے پیام اس کا ہمیشہ کے لیے ، سب کے لیے
فرد کے ساتھ مخاطب ہیں سب اقوام و ملل
ہے بلاغت میں کلام اُس کا نہایت عمدہ
گفتگو مختصر ، تقریر مدلل ، مجمل
بات کرنے کا قرینہ بھی ہے سب سے ہی جدا
نہ کوئی لفظ ثقاہت سے گرا ، نا مہمل
وہ ہے صناع کی صناعی کا ایسا شہ کار
جس کی تخلیق پہ نازاں ہے خود خلاق ازل
منتظر جس کے تھے عرصے سے زمانے والے
پہنچی اتمام کو نعمت ، ہوا یوں دیں اکمل
کفر و ایماں کی کشاکش میں رہا وہ مشغول
زندگی اس کی رہی جہد مسلسل ہر پل
اُس کے افکار کا پرچار ہے مطلوب ، مگر
اُس کے اعمال کی تقلید ہے سب سے افضل
جب بھی آتی ہے صبا لے کے پیام طیبہ
دل کا کیا کیجئے ، ہاتھوں سے ہی جاتا ہے نکل
ڈھونڈتی ہیں اسی منظر کو پیاسی آنکھیں
روح اُس کوچے میں جانے کو ہے رہتی بے کل
جھلملاتے ہیں جب اُس راہ کی یادوں کے دیئے
شوق کرتا ہے تقاضا کہ پہنچ سر کے بل
اُٹھ ، کمر باندھ ، کر اب عزم سفر سوئے حجاز
پھر کسی قافلۂ شوق کے ہمراہ نکل
جوش کہتا ہے کہ بس ایک ہی لمحے میں پہنچ
عقل کہتی ہے کہ ہشیار ، خبردار ، سنبھل
ہو نہ جائے کہیں اس راہ میں کوئی لغزش
بال سے بھی ہے یہ باریک ، ذرا دیکھ کے چل
ہر قدم پر ہے پھسلنے کا یہاں پر امکاں
ہر طرف کھائی ہے ، ہر سمت ہے گہری دلدل
ہو نہ افراط ، نہ تفریط کا کوئی ہو گزر
ہے فرستادۂ رب ، ذاتِ رسول مُقبل (ﷺ)
روک سکتا نہیں مضطر کوئی دیوانے کو
ذہن اگر سر میں سما جائے کہ طیبہ کو نکل

❀❀❀

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

رجوع الی القرآن کورس

انٹرویو: یکم ستمبر 2026ء
آغاز کلاسز: 2 ستمبر 2026ء
ایام تدریس: پیر تا جمعہ
اوقات تدریس: صبح 8:15 تا 1:00

ائیر کنڈیشنڈ کلاسز

عرصہ 44 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔
تعلیم : کم ازکم انٹرمیڈیٹ
عمر : کم ازکم 22 سال
دورانیہ : 10 ماہ

مضامین تدریس:

پارٹ 1 (سال اول) — برائے مرد وخواتین
- تجوید و ناظرہ
- عربی گرامر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث و اصطلاحات حدیث
- فکر اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیات اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ 2 (سال دوم) — برائے مرد حضرات
- عربی زبان وادب
- اُصول تفسیر
- تفسیر القرآن
- اُصول حدیث
- درس حدیث
- اُصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

نوٹ: بیرون لاہور پاکستان صرف مرد حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
بمقام: قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

مزید تفصیلات کیلئے:
email: irts@tanzeem.org
www.khuddamulquran.org
0316-1466611 042-35869501

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(20 تا 26 اگست 2026ء)

جمعرات 20 اگست: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر تا اذان مغرب شعبہ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 21 اگست: دن میں ایک رفیق تنظیم سے مختصر ملاقات کی۔ نماز جمعہ سے قبل مشیر خصوصی محترم ایوب بیگ مرزا سے مختصر ملاقات کی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا۔ سہ پہر میں شعبہ سمع وبصر کے اجلاس کی صدارت اور بعدازاں پروگرام ''امیر سے ملاقات'' کی ریکارڈنگ کرائی۔ شام میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام تنظیم کی ملک گیر مہم کے حوالے سے ایک مظاہرہ میں شرکت کی اور خطاب کیا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد دارالاسلام، مرکز تنظیم اسلامی میں ایک نکاح پڑھایا۔

ہفتہ 22 اگست: دن میں شعبہ مالیات کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعدازاں چند انتظامی امور کے حوالے سے ایک اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر میں کراچی روانگی ہوئی۔
بعد نماز عصر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی وسطی کے زیر اہتمام تنظیم کی ملک گیر مہم کے حوالے سے ایک مظاہرہ میں شرکت کی اور خطاب کیا۔

اتوار 23 اگست: دن میں قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں توسیعی مشاورت کے اجلاس کی صدارت کی۔
بعد نماز ظہر ایک رفیق تنظیم کے صاحبزادہ کا نکاح پڑھایا۔

منگل 25 اگست: بعد نماز عشاء تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شرقی کے زیر اہتمام بحریہ آڈیٹوریم، بحریہ ٹاؤن کراچی میں ''عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

بدھ 26 اگست: بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی حلقہ کراچی وسطی کے زیر اہتمام کرکٹ گراؤنڈ، گلشن اقبال میں ''نبی کریم ﷺ کی شان عبدیت ورسالت'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز تنظیمی امور انجام دیئے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی ریکارڈنگز کرائیں۔ رفقاء واحباب سے تعزیت وعیادت کے حوالے سے رابطہ بھی جاری رہا۔

حضرت محمد ﷺ کی ولادتِ باسعادت اور سیرتِ طیبہ کا پیغام

حسیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

کائنات کی تاریخ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں جو صرف ایک خاص زمانے یا خطے تک محدود نہیں رہتے، بلکہ وہ انسانیت کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ انہی عظیم اور بے مثل واقعات میں سے سب سے نمایاں اور بابرکت واقعہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہے۔ آپ ﷺ کی آمد صرف ایک فرد کی پیدائش نہیں تھی، بلکہ یہ جہالت، ظلمت اور گمراہی کے اندھیروں میں علم، ہدایت اور توحید کے سورج کا طلوع ہونا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی بعثت کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا ہر گوشہ، ولادت سے لے کر وصال تک، انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے اور یہ ایک ایسا کامل نمونہ ہے جس کی روشنی میں ہر دور کا انسان اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتا ہے۔

عرب کا خطہ، بالخصوص مکہ مکرمہ، آپ ﷺ کی ولادت سے قبل جہالت اور شرک کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ لوگ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے تھے، معمولی معمولی باتوں پر نسل در نسل جنگیں چھڑ جاتی تھیں، اور معاشرے میں مظلوم، یتیم اور عورت کے حقوق کا کوئی وجود نہ تھا۔ انسانی قدریں پامال ہو چکی تھیں اور باطل کا دور دورہ تھا۔ ایسے تاریک ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ تاریخ کے معتبر مصادر اور صحیح روایات کے مطابق، آپ ﷺ کی ولادت عام الفیل کے معروف سال میں، پیر کے دن مکہ مکرمہ کے ایک محترم اور معزز قبیلے قریش کے خاندان بنو ہاشم میں ہوئی۔ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ، آپ ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ قبل ہی وفات پا چکے تھے، یوں آپ بطنِ مادر ہی سے یتیم پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ ایک پاکباز خاتون تھیں۔ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے، جو قریش کے سردار تھے، آپ ﷺ کا نام "محمد" رکھا، جس کے معنی ہیں "جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے"، جبکہ آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کا نام "احمد" رکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک ابتدائی زندگی سادگی، پاکیزگی اور اعلیٰ اخلاق کا بہترین مظہر تھی۔ عرب کے دستور کے مطابق بچوں کو دیہات کی خوشگوار اور فصیح ہوائیں جذب کرنے کے لیے بدوی دائیوں کے سپرد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی پرورش کی سعادت بنو سعد کی خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ حضرت حلیمہؓ کے گھر آپ ﷺ کا قیام ان کے لیے خیر و برکت کا باعث بن گیا۔ بچپن ہی سے آپ ﷺ کے اطوار عام بچوں سے مختلف تھے۔ کھیل کود اور بے مقصد کاموں سے آپ ﷺ کو کوئی رغبت نہ تھی۔ جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، اور آٹھ سال کی عمر میں دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ کے شفیق چچا ابو طالب نے سنبھالی۔ یتیمی اور بے سرو سامانی کے باوجود آپ ﷺ کے کردار میں ایسی متانت اور سچائی تھی کہ مکہ کا ہر چھوٹا بڑا آپ ﷺ کو "الصادق" (سچا) اور "الامین" (امانت دار) کے لقب سے پکارنے لگا۔

حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ بچوں کی تربیت، ان سے محبت اور ان کی جذباتی و اخلاقی پرورش کا ایک کامل اور بے مثال نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی مبارک سیرت کا ہر گوشہ بچوں کے لیے بے پناہ نرمی اور احترام سے لبریز ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی دس سالہ خدمت نبوی اس بات کی روشن گواہی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی انہیں کسی غلطی پر نہیں ڈانٹا، جو یہ سکھاتا ہے کہ تربیت میں سختی کے بجائے صبر اور درگزر بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ جب مدینہ کی گلیوں سے گزرتے تو بچوں کو خود سلام کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے بچوں سے محبت نہ کرنے والے شخص سے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

آپ ﷺ نے ہمیشہ بچوں کی عزتِ نفس کا احترام کیا۔ تربیتِ اولاد کے معاملے میں آپ ﷺ نے والدین کو تمام بچوں، خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، کے درمیان کامل عدل کا حکم دیا اور تفریق کو ظلم قرار دیا۔ کسی نادانی یا غلطی پر آپ ﷺ نے تنقید کی بجائے حکمت سے اصلاح فرمائی، جیسے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو کھانے کے آداب نہایت پیار سے سکھائے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھا کر توحید اور توکل کی بنیادی تعلیمات انتہائی محبت بھرے انداز میں منتقل فرمائیں۔

سیرت طیبہ کا ایک انتہائی اہم پہلو آپ ﷺ کا بے مثال خلق اور شائستہ طرزِ عمل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی نرم خوئی، عفو و درگزر، سخاوت، اور عدل و انصاف سے عبارت تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا، جن لوگوں نے آپ ﷺ پر ظلم ڈھائے، پتھر برسائے اور وطن سے نکلنے پر مجبور کیا، فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ان سب کے لیے عام معافی کا اعلان فرما کر اخلاق کی وہ بلند ترین مثال قائم کی جس کی نظیر انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بڑوں کی عزت و احترام، چھوٹوں پر شفقت و محبت، یتیموں کی سرپرستی، مسکینوں کی خبر گیری، اور جانوروں تک کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ کرنا آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا روشن حصہ ہے۔

❁❁❁

حدیث نبوی ﷺ

"جس کو مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری اُمت میں سے نہیں۔" (الطبرانی)

اخبارِ اسلام

غزہ اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ فرینڈز آف فلسطین)

- قابض اسرائیلی فوج نے فلسطینی بچے سلیم سامی سلیم فقہاء کی میت تقریباً پانچ ماہ تک قبضے میں رکھنے کے بعد لواحقین کے حوالے کر دی۔ واضح رہے کہ سلیم فقہاء 17 مارچ 2026ء کو تجل کے قریب اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے شہید ہوئے تھے۔ قابض اسرائیل اب بھی 798 فلسطینی شہداء کی میتیں قبضے میں رکھے ہوئے ہے۔ فلسطینی کلب برائے اسیران کا کہنا ہے کہ قابض اسرائیلی حکام فلسطینی قیدیوں کو پھانسی دینے کے لیے خصوصی سیل اور پھانسی کے کمرے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اسرائیلی جیلوں میں اس وقت 9400 سے زائد فلسطینی قیدی موجود ہیں، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، جبکہ سو سے زائد قیدی مبینہ تشدد، بدسلوکی، غذائی قلت اور بیماریوں کے باعث شہید ہو چکے ہیں۔
- فلسطینی وزارت صحت کے مطابق جنگ بندی کے نفاذ کے بعد سے غزہ میں اسرائیلی حملوں کے نتیجے میں شہداء کی تعداد 1286 ہو گئی ہے جبکہ 4257 افراد زخمی ہو چکے ہیں اور 813 لاشیں ملبے سے نکالی جا چکی ہیں۔ 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی جارحیت میں مجموعی طور پر 73420 فلسطینی شہید اور 174369 زخمی ہو چکے ہیں۔ جولائی 2026ء کے آغاز تک اسرائیلی عقوبت خانوں میں تقریباً 9400 فلسطینی اسیران موجود تھے، جن میں غزہ کے 1320 قیدی بھی شامل ہیں۔
- حماس کے رہنما خلیل الحیہ نے غزہ میں اسرائیلی حملوں اور فلسطینی پولیس اہلکاروں کو نشانہ بنانے کی مذمت کرتے ہوئے ثالث ممالک سے فوری مداخلت کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ جاری اسرائیلی کارروائیاں سفارتی کوششوں اور جنگ بندی کی ضمانتوں کو نظرانداز کرنے کے مترادف ہیں۔ جبکہ حماس کے رہنما ہارون ناصر الدین نے مسجد اقصیٰ کے اندر یہودی آبادکاروں کی تلمودی رسومات اور اجتماعی عبادات کی مذمت کرتے ہوئے انہیں مسجد اقصیٰ کے اسلامی تشخص اور امتِ مسلمہ کی شناخت پر حملہ قرار دیا ہے۔
- غزہ میں تقریباً 8 کروڑ ٹن ملبہ جمع ہونے کے باعث لاپتہ افراد کی تلاش، شناخت اور دستاویز بندی انتہائی مشکل ہو گئی ہے۔ غزہ کی وزارت صحت کے ڈائریکٹر کے مطابق ملبے تلے دبے افراد تک پہنچنا ایک بڑا انسانی چیلنج بن چکا ہے۔
- مقبوضہ مغربی کنارے کے علاقے مسافر یطا میں اسرائیلی افواج نے فلسطینیوں کے مکانات، عارضی خیمے، مویشیوں کے باڑے اور پانی کے کنویں مسمار کر دیے، جس کے نتیجے میں متعدد خاندان بے گھر ہو گئے۔ مقامی کارکنوں کے مطابق اسرائیلی حکام فلسطینی تعمیرات کو مسمار کرنے کے لیے "تعمیراتی اجازت نامہ نہ ہونے" کو جواز بناتے ہیں، جبکہ اس کارروائی سے علاقے میں پانی اور مویشی پروری کی بنیادی سہولیات بھی متاثر ہوئی ہیں۔
- مصر، قطر اور ترکیہ نے غزہ میں حالیہ اسرائیلی حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حملوں میں تیزی علاقائی و بین الاقوامی امن کوششوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ تینوں ممالک نے اسرائیل پر زور دیا کہ وہ جنگ بندی معاہدے کے تحت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور ایسے اقدامات سے گریز کرے جو جنگ بندی کو کمزور یا کشیدگی میں اضافہ کریں۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: آبنائے ہرمز میں بحری آمد و رفت محدود، جنگ اور معاشی دباؤ برقرار:** آبنائے ہرمز میں سکیورٹی صورتحال بدستور سنگین ہے اور بحری آمد و رفت معمول کی نسبت صرف 4 فیصد رہ گئی ہے۔ 6 جولائی کے بعد علاقے میں 16 میزائل حملے بھی رپورٹ ہوئے۔ ایرانی صدر مسعود پزشکیان نے کہا ہے کہ ایران دباؤ کے سامنے نہیں جھکے گا، تاہم اب جنگ ختم کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ادھر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران کے خلاف براہِ راست عسکری دباؤ کے بجائے بتدریج معاشی و سفارتی دباؤ بڑھانے کی حکمت عملی اختیار کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ امریکی حکام کے مطابق ایران کے ساتھ سفارتی رابطے روکنے کی ہدایت بھی دی گئی ہے۔ دوسری جانب ایرانی سفارت کاروں نے ٹرمپ کی جانب سے آبنائے ہرمز کو "نیا امریکی علاقہ" قرار دینے کے ردعمل میں طنزیہ طور پر کیلیفورنیا کو ایران کا نیا علاقہ قرار دے دیا۔
- **فلسطین: غزہ کی 94 فیصد آبادی چھت سے محروم:** اقوام متحدہ کے مطابق غزہ کی 94 فیصد آبادی اس وقت چھت سے محروم ہے جبکہ ہر پانچ میں سے چار گھر رہائش کے لیے مناسب چھت سے محروم ہو چکے ہیں۔ متعدد پناہ گاہوں میں ایندھن، توانائی اور ضروری گھریلو اشیا کی شدید قلت ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق امدادی سامان کی رسائی میں رکاوٹیں لوگوں کی کھانا پکانے، پانی ذخیرہ کرنے، روشنی برقرار رکھنے اور موسمی شدت سے بچنے کی صلاحیت متاثر کر رہی ہیں۔
- **شام: جوہری تنصیبات سے کئی ٹن مواد ملنے کا انکشاف:** بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی کے سربراہ رافیل گروسی نے انکشاف کیا ہے کہ ادارے کے معائنہ کاروں کو شام میں جوہری تنصیبات سے کئی ٹن جوہری مواد ملا ہے۔ دیر الزور کے سابق جوہری مرکز میں تلاش اور کھدائی کا کام جاری ہے جبکہ شام کی نئی انتظامیہ نے آئی اے ای اے کے ساتھ مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔ ادھر ابوالظہور ملٹری ایئربیس پر اسرائیلی حملے اور دمشق کے قریب ایک ڈرون حملے کے بعد شام نے اسرائیل سے رابطے معطل کر دیے ہیں۔
- **ترکیہ: نیتن یاہو کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ:** ترکیہ نے غزہ جانے والے امدادی فلوٹیلا پر اسرائیلی حملے کی تحقیقات کے تحت اسرائیلی وزیراعظم بنیامین نیتن یاہو کے خلاف بین الاقوامی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا ہے۔ ترک وزیر انصاف کے مطابق اس سلسلے میں انٹرپول سے بھی رابطہ کیا گیا ہے۔
- **بنگلہ دیش: مرزا فخر الاسلام عالمگیر صدر منتخب:** بنگلہ دیشی پارلیمنٹ نے حکمران بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کے سینئر رہنما مرزا فخر الاسلام عالمگیر کو ملک کا نیا صدر منتخب کر لیا ہے۔ واضح رہے کہ وہ رسمی سربراہِ مملکت اور مسلح افواج کے کمانڈر انچیف ہوں گے، جبکہ انتظامی اختیارات وزیراعظم اور کابینہ کے پاس رہیں گے۔
- **پرتگال: عوامی مقامات پر نقاب پر پابندی، جرمانے کی منظوری:** پرتگال کے صدر نے عوامی مقامات پر چہرہ مکمل طور پر ڈھانپنے پر پابندی کے قانون کی منظوری دے دی ہے۔ قانون کے تحت خلاف ورزی پر 150 سے 3 ہزار یورو تک جرمانہ ہو سکتا ہے، تاہم صحت، پیشہ ورانہ، فنکارانہ اور موسمی ضروریات کے علاوہ عبادت گاہوں، سفارتی مشن اور طیاروں کے اسٹاف کو استثنیٰ حاصل ہوگا۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
Multi Action
Power Magic
Detergent Powder
DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN
میرا با اعتماد
انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
1kg
TWO IN ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
Whiff
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.33

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore